قطر الندیٰ کوئز

فاعل سے لے کر ہمزہ وصلی کے حرکات کے بیان تک

Disclaimer

This document, titled “Qatr-ul-Nada Quiz”, has been prepared exclusively for academic revision and examination-focused study. The material is released for unrestricted public use; any individual is permitted to copy, distribute, modify, transmit, or otherwise use this content in any form and for any purpose without limitation.

This PDF has been compiled by Ahmad Ali as a study aid only.
The contents are provided strictly on an “as is” and “as available” basis. No express or implied warranty is made regarding the accuracy, completeness, authenticity, or reliability of the information contained herein. If any factual, linguistic, typographical, or conceptual errors are identified, the compiler shall bear no responsibility or legal liability whatsoever.

All users are deemed to have acknowledged that they are using this material entirely at their own risk. The compiler disclaims all accountability for any academic loss, misinterpretation, misunderstanding, or consequence arising directly or indirectly from the use of this document.

1/6/2026

اس شعر میں ''أدری'' کولفظاً عمل نہیں دلایا ہے؛ لیکن محلاً عمل دلایا ہے، اسی وجہ سے ''ما البکی ''(جوکہ أدری کامحلاً معمول ہے) پرعطف کر کے ''موجعات'' کونصب دیا گیا ہے۔

فاعل کا بیان

سوال: فاعل کی کیا تعریف ہے؟

جواب: فاعل ایسے اسم صریح یا مؤول کو کہتے ہیں جس کی طرف ایسے فعل صریح یا فعل مؤول کی نسبت کی گئی ہو جو اس اسم سے اصالۃً پہلے ہو، اور وہ فعل اس اسم سے صادر ہو رہا ہو، یا اس کے ذریعہ سے قائم ہو یعنی اس کے ذریعہ وجود میں آرہا ہو۔

سوال: فعل اس اسم سے صادر ہو رہا ہو یا اس کے ذریعہ قائم ہو کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ''ضرب زید عمروا ''میں زید کی طرف سے مار صادر ہو رہی ہے؛ لیکن علم زید میں زید کی طرف سے کوئی بھی چیز صادر نہیں ہو رہی، لیکن اسکے باوجود یہ فاعل ہے، اس لئے کہ علم کا وجود زید سے ہو رہا ہے۔

سوال: اسم مؤول بھی فاعل ہوتا ہے، اسم مؤول کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ایسا فعل جو ان حروف کے بعد آئے جو اسے مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں، جیسے أن اور ما مصدریہ، أن کی مثال: ''ألم یأن للذین آمنوا أن تخشع قلوبهم ''اس جگہ ''أن تخشع ''فاعل ہے، حالانکہ یہ اسم نہیں؛ لیکن یہ اسم کی تاویل میں ہے؛ کیوں کہ أن نے اسے خشوع کے معنی میں کر دیا ہے۔

سوال: جس فعل کی طرف فاعل کی اسناد کی جاتی ہے وہ فعل بھی کبھی مؤول ہوتا ہے، فعل مؤول کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ایسے کلمات جو فعل تو نہ ہوں؛ لیکن فعل کی طرح عمل کرتے ہوں، جیسے اسم فاعل، مصدر اور اسم مفعول وغیرہ، اسی وجہ سے ''مختلفٌ ألوانه ''میں ألوانه فاعل ہے، حالانکہ اس کی طرف کسی فعل کی اسناد نہیں کی گئی ہے، لیکن چونکہ 'مختلف 'مؤول بفعل ہے اس لئے ألوانه اس کا فاعل بن گیا ہے۔

سوال: فعل کے اسم پر مقدم ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مطلب یہ کہ اگر فعل فاعل پر مقدم ہوگا تبھی اسکو فاعل کہا جائے گا، ورنہ نہیں، اسی وجہ سے ''زید

قـام ‘‘میں زید فاعل نہیں ہے، کیوں فعل اس سے پہلے نہیں بلکہ اس کے بعد ہے، یہاں زید مبتدا ہے۔

سوال: ’’اصالۃً مقدم ہو‘‘ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اصالۃً کا مطلب ہے کہ وہ فعل یا مؤول بفعل اس اسم سے باعتبار اصل مقدم ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ دیکھنے میں تو مقدم لگ رہا ہو؛ لیکن حقیقت میں وہ بعد میں ہو، اور کسی وجہ سے اسے مقدم کردیا گیا ہو، جیسے قائم زید میں قائم مؤول بفعل بھی ہے اور زید کی طرف اس کی اسناد بھی کی جارہی ہے اور زید سے پہلے بھی ہے، لیکن پھر بھی زید فاعل نہیں ہے، کیوں کہ جس ’’قائم‘‘ کی اس کی طرف اسناد کی جارہی ہے وہ اصلاً اس پر مقدم نہیں ہے بلکہ اس کے بعد ہے، اس لئے کہ یہ خبر ہے اور خبر بعد میں ہی آتی ہے، تو بظاہر تو یہ مقدم ہے لیکن نیۃً مؤخر ہے، اسی وجہ سے اس کے بعد والے اسم کو فاعل نہیں کہا جائے گا۔

سوال: فعل اس سے واقع ہورہا ہو کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب واضح ہے کہ فاعل اس کو کہا جائے گا جس سے فعل واقع ہورہا ہو، اور اگر فعل اس پر واقع ہورہا ہو تو وہ فاعل نہیں ہوگا، خواہ وہ مرفوع بھی ہو، جیسے ضُـرب زید، میں زید فاعل نہیں ہے بلکہ نائب فاعل ہے، کیوں کہ فعل اس سے نہیں؛ بلکہ اس پر واقع ہورہا ہے۔

سوال: فاعل ہونے کے لئے کیا یہ ضروری ہے کہ اس نے کسی عمل یا فعل کو وجود ہی بخشا ہو؟

جواب: نہیں، دیکھئے ’’مات زید‘‘ میں زید فاعل ہے، حالانکہ اس نے موت کو انجام نہیں دیا ہے (اسے وجود نہیں بخشا ہے) لیکن پھر بھی فاعل ہے، اس لئے کہ تمام شرائط اس میں پائی جارہی ہیں۔

فاعل کے احکام

سوال: فاعل کے کتنے احکام ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلا حکم کیا ہے؟

جواب: پہلا حکم یہ ہے کہ اس کا عامل یعنی فعل اس کے بعد نہیں آسکتا، ہمیشہ پہلے ہی آئے گا، جیسا کہ تعریف میں گذر چکا، اسی وجہ سے قـام أخـواك کی جگہ أخـواك قـام کہنا صحیح نہیں، اور اگر اس طرح کہا بھی جائے تو أخـواك قـامـا کہا جائے گا، اور فعل تثنیہ لایا جائے گا، اور اس

صورت میں أخواك مبتدا ہوگا، اور قاما میں فاعل کی ایک ضمیر ہوگی، اور یہ فعل اور ضمیر فاعل جملہ ہو کر مبتدا کی خبر بنیں گے۔

سوال: دوسرا حکم کیا ہے؟

جواب: فاعل کے عامل پر تثنیہ اور جمع کی علامت نہیں آتی، خواہ فاعل تثنیہ اور جمع ہی کیوں نہ ہو، اسی وجہ سے قاما أخواك، قاموا إخوتك اور قمن نسوتك کہنا صحیح نہیں ہے، بلکہ تمام مثالوں میں قام واحد ہی لایا جائے گا۔

سوال: کیا یہ قاعدہ بالکل عام ہے یا بعض اہل عرب اس کے خلاف بھی استعمال کرتے ہیں؟

جواب: جو قاعدہ ذکر کیا گیا وہ اکثر اہل عرب کے مطابق ہے، بعض اہل عرب فعل کو تثنیہ اور جمع بھی لاتے ہیں، چاہے فعل صریح ہو جیسے: حضور ﷺ کا ارشاد ''یتعاقبون فیکم ملائکة باللیل وملائکة بالنهار'' یا فعل مؤول ہو جیسے آپ ﷺ کا ہی قول ہے "أو مخرجيّهم".

سوال: تیسرا حکم کیا ہے؟

جواب: فاعل اگر مؤنث ہو تو اس کے عامل پر بھی تاء تانیث آتی ہے۔

سوال: وہ تاء تانیث متحرک ہوتی ہے یا ساکن؟

جواب: ماضی میں ساکن جیسے: قامتْ هند، اور صفت کے صیغہ میں متحرک جیسے: زيد قائمة أمه.

فعل کو مؤنث لانے کے احکام

سوال: تاء تانیث کا فعل پر لگانا واجب ہوتا ہے یا جائز؟

جواب: کبھی واجب ہوتا ہے اور کبھی جائز۔

سوال: جائز کا کیا مطلب ہے؟

جواب: جائز کا مطلب ہے کہ فعل کو مذکر بھی استعمال کر سکتے ہیں اور مؤنث بھی۔

سوال: جائز کب کب ہوتا ہے؟

جواب: چار مسائل میں۔

سوال: پہلا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: فاعل ایسا مؤنث ہو جو کہ اسم ظاہر ہو، اور تانیث مجازی ہو حقیقی نہ ہو، مجازی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے فرج نہ ہو، ایسی صورت میں فعل کو مذکر اور مؤنث دونوں طرح سے لایا جا سکتا

ہے۔لہذا طلعت الشمس اور طلع الشمس دونوں طرح کہہ سکتے ہیں۔

سوال: اس صورت میں راجح کیا ہے؟

جواب: فعل کومؤنث لانا جیسے قرآن میں ہے:قد جاء تكم موعظة،اور قد جاء تكم بينة۔

سوال: دوسرا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: فاعل مؤنث اسم ظاہر ہو،اور تانیث حقیقی ہو،اور فعل اور فاعل میں إلا کے علاوہ کسی اور لفظ سے فصل ہوگیا ہو،جیسے حضر القاضىَ امرأةاور حضرت القاضى امرأة۔

سوال: اس صورت میں کونسا فصیح ہے؟

جواب: فعل کومؤنث لانا۔

سوال: تیسرا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: فعل نعم یابئس ہو،ایسی صورت میں بھی فعل مذکراور مؤنث دونوں طرح لاسکتے ہیں،جیسے:نعم المرأة هند اور نعمت المرأة هند۔

سوال: چوتھا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: فاعل جمع تکسیر ہو،جیسے جاء الزيود،اور جاء ت الزيود،جاء الهنوداور جاء ت الهنود۔

سوال: اس مسئلہ میں فعل مذکر کس وجہ سے لاسکتے ہیں اور مؤنث کس وجہ سے؟

جواب: یہ لفظ جمع کا صیغہ ہوتا ہے،اس لئے جواس کو جماعۃ کے معنی میں لیتے ہیں،تو مؤنث لاتے ہیں،اور جوجمع کے معنی میں لیتے ہیں،وہ مؤنث لاتے ہیں۔

سوال: جمع مؤنث سالم کے لئے کیسا فعل لاتے ہیں؟

جواب: جیسا واحد مؤنث کے لئے لاتے ہیں،یعنی مؤنث۔

سوال: جمع مذکر سالم کے لئےفعل کیسالاتے ہیں؟

جواب: جیسا واحد مذکر کے لئے لاتے ہیں،یعنی مذکر۔

سوال: فعل کومؤنث لانا کب واجب ہوتا ہے؟

جواب: دوصورتوں میں۔

سوال: پہلی صورت کیا ہے؟

جواب: فاعل مؤنث حقیقی ہو،فعل اور فاعل کے درمیان کسی لفظ سے فصل نہ ہواہو،اورفعل نعم اور

بئس کے علاوہ ہو، جیسے: إذ قالت امرأة عمران۔

سوال: دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: فاعل اسم ظاہر نہ ہو؛ بلکہ ضمیر متصل ہو، جیسے الشمس طلعت، هند قامت۔

سوال: ''ما قام إلا هند'' میں تو دونوں وجہیں جائز ہونا چاہئے جیسا کہ ''حضر القاضی امرأة'' میں دونوں وجہیں جائز ہیں، کیوں کہ دونوں جملوں میں فعل اور فاعل کے درمیان فصل ہو رہا ہے؟

جواب: ظاہراً ہونا تو یہی چاہئے تھا؛ لیکن ایسا ہے نہیں، بلکہ ''ما قام إلا هند'' جیسی مثالوں میں فعل کو مذکر لانا ہی واجب ہے۔

سوال: اس صورت میں فعل کو مذکر لانا ہی کیوں واجب ہے؟

جواب: نحویین نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس طرح کی مثالوں میں فاعل إلا کے بعد والا نہیں ہوتا، بلکہ اس سے پہلے ہوتا ہے، جو کہ مقدر ہوتا ہے، جسے مستثنیٰ منہ کہتے ہیں، اور وہ مذکر ہوتا ہے، اسی وجہ سے فعل مذکر لاتے ہیں۔

سوال: إلا کے بعد والا جملہ فاعل نہیں ہوتا ہے تو پھر کیا ہوتا ہے؟

جواب: فاعل مقدر کا بدل بنتا ہے، تقدیر یہ ہوتی ہے ما قام احد إلا هند۔

فاعل کے حذف ہونے کی جگہیں

سوال: کتنی جگہیں ایسی ہیں جہاں فاعل عام طور پر حذف ہوتا ہے؟

جواب: چار۔

سوال: پہلی کیا ہے؟

جواب: إلا سے پہلے جیسا کہ گذرا۔

سوال: دوسری جگہ کیا ہے؟

جواب: مصدر کا فاعل، جیسے: ''أو إطعام فی یوم ذی مسغبة''، اصل میں إطعامه تھا، ''ہ'' جو فاعل ہے اسے حذف کر دیا گیا ہے۔

سوال: تیسری جگہ کیا ہے؟

جواب: نائب فاعل، جیسے: ''قضی الأمر'' کہ اس کی اصل ''قضی الله الأمر''۔

سوال: چوتھی جگہ کیا ہے؟

جواب: جب فعل تعجب کا صیغہ ''أفعل'' دوبار ہو تو دوسرے کے فاعل کو حذف کر دیتے ہیں، جیسے: '' أسمع بهم و أبصر '' اس کی اصل '' و أبصر بهم '' ہے لیکن بهم کو حذف کر دیا گیا، کیوں کہ پہلے والا فاعل اس پر دلالت کر رہا ہے۔

فاعل کی تقدیم وتاخیر کا حکم

سوال: فعل، فاعل اور مفعول میں کیا ترتیب ہے؟

جواب: پہلے فعل آئے، پھر فاعل آئے اور اس کے بعد مفعول آئے۔

سوال: کیا کبھی فاعل مفعول کے بعد بھی آتا ہے۔ اگر آتا ہے تو اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: آتا ہے، اور اس کی دو قسمیں ہیں: واجب اور جائز۔

سوال: جائز کب ہوتا ہے؟

جواب: جائز کا کوئی قاعدہ نہیں ہے، متکلم جب سمجھے کہ اس جگہ مفعول کو مقدم کرنا بہتر ہے تو کر سکتا ہے، جیسے: '' ولقد جاء آل فرعون النذر ''۔ اگر یہاں فاعل کو پہلے لایا جاتا اور ولقد جاء النذر آل فرعون کہا جاتا، تب بھی جائز ہوتا۔ ایک شاعر کا قول ہے ؎

جاء الخلافة أو كانت له قدراً   كما أتى ربه موسى على قدر (۷۵)

اگر اس کے بجائے ''كما أتى موسى ربه'' کہا جاتا تب بھی صحیح ہوتا، اور ضمیر بھی ماقبل کی طرف ہی لوٹتی۔

مفعول کی وجوبی تقدیم

سوال: مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا واجب کب ہوتا ہے؟

جواب: جب مفعول کو مؤخر کرنے سے کوئی خرابی لازم آرہی ہو، جیسے '' وإذ ابتلى إبراهيم ربه ''، میں اگر ابراہیم کو مؤخر کر دیں تو '' وإذ ابتلى ربه إبراهيم '' ہو جائے گا، اب '' ربه '' کی ضمیر ابراہیم کی طرف لوٹے گی، اور اس طرح لفظاً اور رتبۃً ضمیر کا مابعد کی طرف لوٹنا لازم آئے گا، جو کہ جائز نہیں، اور جیسے: ضربني زيد ''، میں اگر زید کو مقدم کر دیں تو ضرب زيد إياى '' ہو جائے گا، اس صورت میں ضمیر متصل کے آنے کی گنجائش کے باوجود ضمیر منفصل کا استعمال کرنا لازم آئے گا جو جائز نہیں۔

سوال: ضمیر کے لفظاً اور رتبۃً مابعد کی طرف لوٹنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: لفظاً تو واضح ہے، رتبۃً کا مطلب یہ ہے کہ اس ضمیر کا مرجع مفعول بن رہا ہے، اور ضمیر کا درجہ وہی ہوتا ہے جو مرجع کا ہوتا ہے، اور مفعول کا درجہ فاعل کے بعد ہوتا ہے، لہذا ضمیر کا درجہ بھی بعد میں ہی ہوگا، تو مقدم کرنے کی صورت میں ضمیر اس مرجع کی طرف لوٹے گی جس کا درجہ بعد میں ہے۔

مفعول کی وجوبی تاخیر اور فاعل کی وجوبی تقدیم

سوال: کیا کبھی فاعل کو مقدم اور مفعول کو مؤخر کرنا بھی واجب ہوتا ہے؟

جواب: جی ہاں، جب فاعل اور مفعول کی شناخت نہ ہو سکے، اور کوئی ایسا قرینہ بھی نہ پایا جائے جس سے پتہ چل سکے کہ فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے، جیسے ضرب موسى عيسى، ایسی صورت میں فاعل کو مقدم کرنا واجب ہوتا ہے۔

سوال: فاعل اور مفعول کی اگر کسی قرینہ سے شناخت ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں مفعول کی تقدیم اور تاخیر دونوں کی اجازت ہوگی۔

سوال: قرینہ کس طرح کا ہو سکتا ہے؟

جواب: قرینہ لفظی ہو سکتا ہے جیسے: ضربت موسى سلمىٰ، کہ اس میں فعل پر تاء تانیث لگی ہے جس سے پتہ چل رہا ہے کہ فاعل کون ہے، اور جیسے: ضرب موسى العاقلُ عيسى کہ اس میں فاعل کی صفت لائی گئی ہے جس سے اس کا پتہ چل رہا ہے۔

سوال: اور کس طرح کا قرینہ ہوتا ہے؟

جواب: معنوی جیسے: أرضعت الصغرىٰ الكبرىٰ اور أكل الكمثرىٰ موسى، اس میں قرینہ یہ ہے کہ بڑی عورت ہی چھوٹی کو دودھ پلا سکتی ہے اور موسی ہی ناشپاتی کھا سکتا ہے، نہ کہ ناشپاتی موسی کو کھا سکتی ہے۔

سوال: ضرب موسى عيسى میں مفعول فاعل پر تو مقدم نہیں ہو سکتا؛ لیکن کیا مفعول فعل پر مقدم ہو سکتا ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس صورت میں یہ وہم ہو سکتا ہے کہ مفعول (جو کہ فعل سے پہلے ہے) مبتدا ہے اور اس فعل میں فاعل کی ضمیر ہے جو اس کی طرف لوٹ رہی ہے، اور موسی مفعول ہے۔

سوال: مفعول کو فعل پر مقدم کرنا کب جائز ہوتا ہے؟

جواب: جب کوئی وہم اور خرابی لازم نہ آئے جیسے: فریقاً ھدیٰ۔

سوال: کیا کبھی مفعول کو فعل پر بھی مقدم کرنا واجب ہوتا ہے؟

جواب: ہاں، جب مفعول کوئی ایسا لفظ ہو جو صدر کلام ہی میں آتا ہو جیسے: أیّاً ما تدعو فله الأسماء الحسنیٰ۔

افعال مدح وذم

سوال: نعم اور بئس کا فاعل کس طرح کا ہوتا ہے؟

جواب: تین طرح کا۔

سوال: وہ تین صورتیں کیا ہیں؟

جواب: یا توان کا فاعل معرف باللالف واللام ہوگا، جیسے: نعم العبد، یا معرف باللالف واللام کی طرف مضاف ہوگا، جیسے: ولنعم دار المتقین، اور فلبئس مثوی المتکبرین، یا اس کا فاعل ضمیر مستتر کی شکل میں ہوگا جس کی تفسیر ایک نکرہ کر رہا ہوگا، جو تمیز کی بنیاد پر منصوب ہوگا جیسے: بئس للظالمین بدلاً۔

سوال: نعم الرجل زیدٌ کی ترکیب کس طرح ہوگی؟

جواب: زید مبتدا مؤخر ہوگا اور نعم الرجل فعل با فاعل خبر مقدم۔

سوال: اس طرح کی مثالوں میں زید کو کیا کہتے ہیں، (یعنی جس کی مدح یا ذم کی جائے اسے کیا کہتے ہیں)؟

جواب: مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم۔

سوال: کیا مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم نعم اور بئس کے فاعل سے پہلے آسکتا ہے؟

جواب: نہیں، لہذا نعم زید الرجل کہنا صحیح نہیں۔

سوال: کیا مخصوص تمیز سے پہلے آسکتا ہے؟

جواب: نہیں، لہذا نعم زید رجلاً نہیں کہا جاسکتا۔

سوال: کیا مخصوص فعل اور اس اس کے فاعل دونوں سے پہلے آسکتا ہے؟

جواب: آسکتا ہے، لہذا زید نعم الرجل کہنا صحیح ہے۔

سوال: جب کوئی دلیل موجود ہو جس سے مخصوص کا پتہ چل جائے تو کیا اسے حذف کیا جاسکتا ہے؟

جواب: کیا جاسکتا ہے، جیسے آیت کریمہ میں ہے: نعم العبد إنه أوّاب، اصل میں نعم العبد ھو

تھا، ھو مخصوص کو حذف کر دیا۔

نائب فاعل کا بیان

کن وجوہات کی وجہ سے فاعل کو حذف کر کے اس کا نائب فاعل لاتے ہیں؟

سوال: کن وجوہات کی وجہ سے فاعل کو حذف کر کے اس کا نائب فاعل لاتے ہیں؟

جواب: تین وجوہات کی بنیاد پر۔

سوال: پہلی وجہ کیا ہے؟

جواب: فاعل کا علم نہ ہونے کی وجہ سے جیسے: سُرق المتاع اور رُوِی عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ چور اور راوی کا علم نہ ہو۔

سوال: دوسری وجہ کیا ہے؟

جواب: کسی لفظی غرض کی وجہ سے، جیسے من طابت سریرته حُمدت سیرته، اگر حمد الناس سیرته کہا جاتا تو قافیہ بگڑ جاتا، اس وجہ سے فاعل کو حذف کر کے نائب فاعل استعمال کیا گیا۔

سوال: تیسری وجہ کیا ہے؟

جواب: معنوی غرض کی وجہ سے، یعنی جب فاعل کے ذکر سے کوئی فائدہ نہ ہو جیسے: یا أیها الذین آمنوا إذا قیل لکم تفسحوا فی المجلس فافسحوا یفسح الله لکم وإذا قیل انشزوا فانشزوا، اور جیسے شاعر نے کہا ہے ؎

(۷۶) وإن مدت الأیدی إلی الزاد لم أکن ٭ بأعجلهم ، إذ أجشع القوم أعجل

ان دونوں مثالوں میں فاعل کے ذکر سے کوئی غرض مقصود نہ تھی، اس لئے حذف کر دیا۔

سوال: مفعول بہ جب نائب فاعل بن جائے گا تو اس میں کیا کیا تبدیلیاں ہوں گی؟

جواب: (۱) پہلے منصوب تھا اب مرفوع ہو جائے گا، (۲) پہلے فضلہ تھا اب عمدہ ہو جائے گا، (۳) پہلے اس کو فعل پر مقدم کرنا بھی جائز تھا مگر اب اس کو فعل سے مؤخر کرنا ہی واجب ہوگا، (۴) اگر وہ مؤنث ہوگا تو اس کے فعل کو بھی مؤنث لایا جائے گا، لہذا ضرب زید عمرواً کی جگہ ضُرب عمرو اور ضرب زید هنداً کی جگہ ضُربت هند کہا جائے گا۔

سوال: اگر جملہ میں مفعول بہ موجود نہ تھا اور فاعل کو حذف کر کے نائب فاعل بنانا چاہ رہے ہیں تو کس کو نائب فاعل بنائیں گے؟

جواب: تین میں سے کسی ایک کو، یا تو ظرف کو، خواہ زمان ہو یا مکان، جیسے: سیر فرسخ، صیم رمضان، یا جار مجرور کو جیسے: مُرّ بزید، یا مصدر کو جیسے: جُلس جلوس الأمیر۔

ظرف اور مصدر کو نائب فاعل بنانے کی شرطیں

سوال: ظرف اور مصدر کو نائب فاعل بنانے کی کیا شرطیں ہیں؟

جواب: تین شرطیں ہیں۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: پہلی شرط یہ ہے کہ ظرف اور مصدر دونوں خاص ہوں، یعنی اگر ظرف زمان ہو تو اس سے کوئی خاص زمانہ مراد ہو اور اگر مکان ہو تو کوئی خاص جگہ ہو، اگر دونوں عام ہوں گے تو نائب فاعل نہیں بنا سکتے، لہذا صیم زمن اور اعتکف مکان نہیں کہہ سکتے، اس لئے کہ زمن اور مکان عام ہیں، اسی طرح مصدر بھی خاص ہونا چاہئے، اسی وجہ سے ضُرب ضربٌ صحیح نہیں۔

سوال: مذکورہ مثالوں میں اگر ان کی صفت لا کر انہیں خاص کر دیا جائے تو کیا نائب فاعل بنا سکتے ہیں؟

جواب: بنا سکتے ہیں، چنانچہ ضرب ضرب شدید، صیم زمن طویل اور اعتکف مکان حسن کہنا صحیح ہے۔

سوال: دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: ظرف اور مصدر دونوں متصرف ہوں۔

سوال: متصرف ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مصدر کے متصرف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مفعول مطلق کی وجہ سے نصب کو لازم پکڑے ہوئے نہ ہو، لہذا سبحان اللہ کو نائب فاعل بنا کر یسبح سبحانُ اللہ نہیں کہا جا سکتا، اور ظرف کے متصرف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جامد نہ ہو، جیسے: یجاء إذا جاء زید میں ''إذا'' کو نائب فاعل نہیں بنا سکتے، کیوں کہ یہ متصرف نہیں ہے۔

سوال: تیسری شرط کیا ہے؟

جواب: مفعول بہ موجود نہ ہو، اگر مفعول بہ موجود ہوگا تو ظرف اور مصدر کو نائب فاعل نہیں بنا سکتے، لہذا ضُرب الیومُ زیداً نہیں کہہ سکتے۔

سوال: کیا اس تیسری شرط کے بارے میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: ہاں، اخفش اور کوفیین کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک مفعول بہ کی موجودگی میں بھی ظرف (اور جار مجرور) کو نائب فاعل بنا سکتے ہیں۔

سوال: اخفش اور کوفیین کی کیا دلیل ہے؟

جواب: ان حضرات نے آیت "لیجزیٰ قوماً بما کانوا یکسبون" اور شاعر کے قول سے

(۷۷) وإنما يرضى المنيب ربه ما دام معنياً بذكر قلبه

دلیل پکڑی ہے، کہ آیت میں باوجود "قوماً" کے "بما" کو نائب فاعل بنایا گیا ہے، اسی طرح شعر میں "قلبه" کے ہوتے ہوئے بھی "بذكر" کو نائب فاعل بنایا گیا ہے۔

سوال: جمہور نے ان دونوں دلیلوں کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: شعر کے جواب میں کہا ہے کہ یہ ضرورت شعری کی وجہ سے ہے، اور قراءت کو شاذ بتایا ہے۔

سوال: آیت کے بارے میں دوسرا جواب کیا دیا ہے؟

جواب: صاحب کتاب نے یہ احتمال ظاہر کرتے ہوئے جواب دیا ہے کہ اس آیت میں "بما" کو نائب فاعل بنایا ہی نہیں گیا ہے، بلکہ نائب فاعل ایک ضمیر ہے، جو "غفران" کی طرف لوٹ رہی ہے، اور یہ غفران کا لفظ آیت میں تو موجود نہیں ہے؛ لیکن "قل للذين آمنوا يغفروا" سے غفران کا مفہوم نکل رہا ہے، اسی مفہوم کی طرف یہ ضمیر لوٹ رہی ہے، اصل جملہ یہ ہوگا "ليجزى الله قوماً غفراناً"، تو اس طرح غفراناً مفعول ثانی ہوگا، لہذا نائب فاعل بما کو نہیں؛ بلکہ مفعول ثانی "غفران" کو بنایا گیا ہے، اور مفعول ثانی کو نائب فاعل بنانا بالکل جائز ہے۔

فعل کے تغیرات

سوال: جب فاعل کو حذف کر کے نائب فاعل لے آئیں گے تو فعل میں کیا کیا تغیرات ہوں گے؟

جواب: فعل میں کئی تبدیلیاں ہوں گی: (۱) فعل چاہے ماضی ہو یا مضارع، اس کا پہلا حرف مضموم ہو جائے گا جیسے: ضُرب، یُضرب، (۲) ماضی ہوگا تو آخر سے پہلے والا حرف مکسور ہو جائے گا اور اگر مضارع ہوگا تو ماقبل آخر مفتوح ہو جائے گا، جیسے: ضُرِب یُضرَب۔

سوال: اگر فعل ماضی "تاء" سے شروع ہو رہا ہو تو کیا تبدیلی ہوگی؟

جواب: اس صورت میں پہلے حرف کے ساتھ تیسرا حرف بھی مضموم ہو جائے گا، جیسے: تَعَلَّمُتْ

المسألة کی جگہ تُعُلِّمَتِ المسألةُ۔ شاعر کا شعر ہے

(۷۸) سبقوا هوىً و أعنقوا لهواهم فتُخُرِّمُوا، ولكل جنب مصرع

اس میں "تُخُرِّموا"۔

س: اگر ماضی کا پہلا حرف ہمزۂ وصلی ہو تو کیا ہوگا؟

ج: اس صورت میں بھی پہلا اور تیسرا حرف مضموم ہو جائے گا جیسے: انطلقت کی جگہ اُنطُلِقَ، قرآن میں ہے "فمن اضطُرّ۔ اگر الگ کر کے پڑھیں تو "اُضطُرّ" پڑھا جائے گا۔

س: اگر فعل ماضی تین حرفی ہو جس کا درمیانی حرف، حرفِ علت ہو یعنی ثلاثی معتل الوسط ہو جیسے: قال، باع، تو کیا حکم ہوگا؟

ج: اس میں تین لغتیں جائز ہوں گی: (۱) الف سے پہلے والے حرف کو کسرہ دینا۔ اس صورت میں الف "ی" سے بدل جائے گا، جیسے: قیل، بیع۔ (۲) ماقبل الف کو کسرہ ہی دیا جائے؛ لیکن کسرے میں ضمہ کی بو آ جائے، یعنی اشمام کے ساتھ۔ (۳) ماقبل الف کو واؤ سے بدل کر پڑھا جائے، جیسے: قول، بوع۔

س: ان تینوں لغتوں کا کیا حکم ہے؟

ج: پہلی افصح ہے، دوسری فصیح ہے اور تیسری قلیل الاستعمال ہے۔

اشتغال کا بیان

س: اشتغال کسے کہتے ہیں؟

ج: اشتغال کا مطلب ہے کہ پہلے ایک اسم ہو، پھر ایک فعل ہو، اور وہ فعل اس اسم کی ضمیر میں عمل کر رہا ہو، اور وہ فعل ایسا ہو کہ اگر اسے سابق اسم پر مسلط کر دیا جائے، یعنی اس کا عامل بنا دیا جائے تو اسے نصب دے سکے، جیسے: زیداً ضربته۔ اگر ضربته سے "ہ" کو حذف کر دیں تو زیداً ضربت ہو جائے گا اور زیداً مفعول مقدم ہوگا۔

س: اس طرح کے جملوں کی کتنی صورتیں ہو سکتی ہیں؟

ج: دو: ایک تو یہ کہ وہ فعل اس اسم کی ضمیر میں عمل کر رہا ہو جیسے: زیداً ضربته۔ اس کی دوسری مثال: زیداً مررت به بھی ہے، اس لئے کہ "به" کی ضمیر اگرچہ مجرور ہے؛ لیکن محلاً فعل کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ فعل اس اسم کی ضمیر میں تو عمل نہ کر رہا ہو؛

لیکن ایسے اسم میں عمل کر رہا ہو جو کہ پہلے والے اسم کی ضمیر میں عمل کرتا ہو، جیسے: زیداً ضربت أخاه ''، کہ ضربت '' أخاه '' میں عمل کر رہا ہے اور أخ '' ہ '' میں عمل کر رہا ہے، اس لئے کہ أخ مضاف ہے اور مضاف اپنے مضاف الیہ میں جر کا عمل کرتا ہے۔

سوال: اشتغال کی تین مثالیں پیش کی گئیں: زیداً ضربته، زیداً مررت به اور زیداً ضربت أخاه، ان کی تقدیر کیا ہے؟

جواب: زیداً ضربته کی اصل ضربت زیداً ضربته ہے۔دوسری مثال کی تقدیر جاوزت زیداً مررت به ہے، تیسری کی اصل أهنت زیداً ضربت أخاه ہے۔

سوال: دوسری مثال میں ''جاوزت زیداً مررت به '' کی جگہ مررت زیداً مررت به کیوں نہیں مان سکتے؟

جواب: اس لئے کہ ''مررت '' کو ''ب '' صلے کی ضرورت پڑے گی، اور زیداً میں کوئی صلہ نہیں۔ اس لیے ایسا فعل ماننا پڑے گا جو اسی معنی کا ہو اور بغیر صلہ کے بھی ''زیداً '' میں عمل کر سکے۔

سوال: تیسری مثال میں ''أهنت زیداً ضربت أخاه '' کی جگہ ضربت زیداً ضربت أخاه کیوں نہیں مان سکتے؟

جواب: کیوں کہ اس صورت میں مطلب یہ ہو جائے گا کہ آپ نے زید کو بھی مارا، حالانکہ آپ نے صرف اس کے بھائی کو مارا ہے، اسے نہیں۔

سوال: پہلے والے اسم پر کیا اعراب آسکتا ہے؟

جواب: اس پر نصب بھی آسکتا ہے اور رفع بھی۔

سوال: رفع کیوں آسکتا ہے؟

جواب: اسے مبتدا مان کر، اور بعد والا جملہ خبر ہوگا۔

سوال: نصب کیوں آسکتا ہے؟

جواب: اس سے پہلے ایک فعل وجوبی طور پر محذوف مان کر، اور یہ محذوف فعل ہی اس اسم میں عمل کرے گا، بعد والا فعل اسی محذوف فعل کی تفسیر کرے گا، اس صورت میں بعد والے جملے کا کوئی محل اعراب نہ ہوگا؛ کیوں کہ وہ مفسرہ ہوگا اور مفسرہ کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا۔

باب الاشتغال کے اسم کی حالتیں

سوال: باب الاشتغال کے اسم کی کتنی حالتیں ہیں؟

جواب: پانچ: (۱) کبھی اس پر نصب پڑھنا راجح ہوگا، (۲) کبھی نصب پڑھنا واجب ہوگا، (۳) کبھی رفع پڑھنا راجح ہوگا۔ (۴) کبھی رفع پڑھنا واجب ہوگا، (۵) اور کبھی دونوں صورتیں برابر ہوں گی۔

سوال: نصب کب راجح ہوتا ہے؟

جواب: تین مسائل میں نصب راجح ہوتا ہے۔

سوال: پہلا مسئلہ کیا ہے جس میں نصب پڑھنا راجح ہوتا ہے؟

جواب: جب اس اسم کے بعد آنے والا فعل، فعلِ طلب ہو، یعنی امر، نہی یا دعاء ہو، جیسے: زیداً اضربه، زيداً لاتهنه، اللهم عبدك ارحمه۔

سوال: اس صورت میں نصب کیوں راجح ہے؟

جواب: اس لئے کہ اگر رفع پڑھیں تو یہ اسم مبتدا بنے گا، اور بعد کا جملہ خبر بنے گا، جو کہ جملہ انشائیہ ہے، اس صورت میں مبتدا کی خبر جملہ انشائیہ سے دینا لازم آئے گا، جو خلاف قیاس ہے، اس لئے نصب پڑھنا راجح ہے، تا کہ خلاف قیاس سے بچا جاسکے۔

سوال: جب ایسا ہے تو پھر "والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما" اور "الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما" میں دونوں جگہوں پر رفع کیوں ہے، جب کہ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے: زيداً وعمرواً اضرب أخاهما، یعنی ان دونوں آیتوں میں بھی فعل طلبی ہے تو پھر رفع کیوں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں آیات کا باب اشتغال سے کوئی تعلق ہے ہی نہیں۔

سوال: جب یہ دونوں زيداً وعمرواً اضرب أخاهما" کی طرح ہیں تو پھر ان کا اشتغال سے کوئی تعلق کیوں نہیں؟

جواب: اس کے دو جواب دیے ہیں: ایک فراء نے اور دوسرا سیبویہ نے۔

سوال: سیبویہ نے کیا جواب دیا ہے؟

جواب: سیبویہ کہتے ہیں کہ اس کا تعلق باب اشتغال سے اس وجہ سے نہیں کہ "فاقطعوا" الگ جملہ ہے، "السارق والسارقة" سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اور وہ اس طرح کہ السارق معطوف علیہ اور السارقة معطوف؛ دونوں مبتدا ہیں، ان کی خبر محذوف ہے، مبتدا اور خبر مل کر مکمل جملہ ہیں، جس کی اصل ہے "مما يتلىٰ عليكم حكم السارق والسارقة" اور

فاقطعوا أيديهما الگ جملہ ہے،اور''ف'' عاطفہ نہیں؛ بلکہ مستأنفہ ہے، لہذا اس کو الگ جملہ ماننے کی وجہ سے اس میں جو دو خرابیاں پائی جا سکتی تھیں وہ نہیں پائی گئیں؛ کیوں کہ اگر اسے ایک ہی جملہ مانا جاتا تو ایک خرابی تو یہ پائی جاتی کہ مبتدا کی خبر جملہ انشائیہ سے دینا لازم آتا،اور دوسری خرابی یہ لازم آتی کہ مبتدا الگ جملہ میں ہوتا اور دوسرے جملے کا فعل اس میں عمل کرتا۔اس کی مثال''زید فقیر فأعطه ''اور''خالد مکسور فلاتهنه ''ہے، زید فقیر الگ جملہ ہےاور فأعطه الگ جملہ،اسی طرح خالد مکسور الگ جملہ ہے اور فلاتهنه الگ جملہ۔

سوال: مبرد نے کیا جواب دیا ہے؟

جواب: مبرد کہتے ہیں کہ اس جملے کا باب اشتغال سے تعلق اس وجہ سے نہیں کہ اس میں اشتغال کی شرط نہیں پائی جا رہی ہے؛ کیوں کہ اس باب کی شرط یہ ہے کہ اگر اس فعل کو اس اسم مقدم کا عامل بنا دیا جائے تو وہ اسے نصب دے سکے؛ لیکن ان دونوں آیات میں جو فعل ہے وہ اسم مقدم میں عمل نہیں کر سکتا؛ اس لئے کہ دونوں فعلوں پر جو''ف'' ہے وہ سببیہ ہے،اور فاء سببیہ کا مابعد اس کے ماقبل میں عمل نہیں کرتا،لہذا جب یہ دونوں فعل اسم مقدم کے عامل بن ہی نہیں سکتے تو اشتغال سے ان کا کوئی تعلق ہی نہ رہا۔

سوال: دوسرا مسئلہ کیا ہے جس میں نصب راجح ہوتا ہے؟

جواب: اس اسم مقدم سے پہلے ایسا حرف عطف ہو جس سے پہلے جملہ فعلیہ ہو جیسے: قام زیدٌ وعمروا أکرمته''۔

سوال: اس صورت میں نصب پڑھنا کیوں راجح ہے؟

جواب: اس لئے کہ اگر''عمروا''کو رفع دیا جائے تو عمروا أکرمته جملۂ اسمیہ ہوگا،اور اس کا عطف قام زید پر ہوگا،جو کہ جملۂ فعلیہ ہے،اور جملۂ اسمیہ کا عطف جملۂ فعلیہ پر مناسب نہیں،لیکن اگر عمروا کو نصب دیا جائے تو عمروا أکرمته جملۂ فعلیہ ہوگا،اس لئے کہ اس کی تقدیر ہوگی: أکرمت عمروا أکرمته اور اس صورت میں جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہی ہوگا،اور یہی زیادہ بہتر ہے،اسی وجہ سے''خلق الإنسان من نطفةٍ فإذا هو خصيم مبين،والأنعام خلقها ''میں''الأنعام''پر نصب پڑھنا ہی راجح ہے،اور تمام قراء نے بالاتفاق نصب ہی پڑھا ہے،اس لئے کہ اس سے پہلے''خلق الإنسان''جملۂ فعلیہ

ہے، اور اسی پر اس کا عطف ہو رہا ہے۔

سوال: تیسرا مسئلہ کیا ہے، جس میں نصب پڑھنا راجح ہوتا ہے؟

جواب: اس اسم مقدم سے پہلے کوئی ایسا حرف آئے جو اکثر و بیشتر فعل پر آتا ہے، جیسے: أزیداً ضربته" اور "ما زیداً ضربته" قرآن میں ہے "أبشراً منا واحداً نتبعه"۔

سوال: اس صورت میں نصب کیوں راجح ہوتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ اسم مقدم پر جو حروف آرہے ہیں وہ اکثر و بیشتر فعل پر ہی آتے ہیں، اس لئے بہتر یہی ہے کہ اسم مقدم کو مبتدا ماننے کے بجائے ان سے پہلے ایک فعل محذوف مانا جائے، اور یہ مانا جائے کہ یہ حروف اصلاً ان اسماء پر نہیں؛ بلکہ اس محذوف فعل پر آئے ہیں۔

سوال: نصب پڑھنا کب واجب ہوتا ہے؟

جواب: جب اس اسم مقدم سے پہلے کوئی ایسا حرف آجائے جو فعل کے ساتھ خاص ہوتا ہے، جیسے حروف شرط اور حروف تحضیض، جیسے: إنْ زیداً رأیتَه فأکرِمْه" اور "هلا زیداً أکرمته" اور جیسے یہ شعر۔

(۷۹) لا تجزعي إن منفساً أهلکته فإذا هلکت فعند ذلك فاجزعي

سوال: ان مثالوں میں نصب پڑھنا کیوں واجب ہے؟

جواب: اس لئے کہ یہ حروف فعل کے ساتھ خاص ہوتے ہیں، تو اس کا مطلب یہی ہے کہ ان کے بعد کوئی فعل محذوف ہے، اور وہی فعل محذوف اس اسم کو نصب دے رہا ہے۔

سوال: رفع کب واجب ہوتا ہے؟

جواب: جب اسم مقدم سے پہلے کوئی ایسا حرف آجائے جو جملہ اسمیہ کے ساتھ خاص ہوتا ہے، جیسے إذا فجائیہ، جیسے: خرجت فإذا زید یضربه عمرو۔

سوال: اس مثال میں رفع کیوں واجب ہے؟

جواب: اس لئے کہ نصب پڑھنے کا مطلب ہوگا کہ إذا کے بعد کوئی فعل ہے جو اس اسم کو نصب دے رہا ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ إذا فجائیہ کے بعد فعل نہیں آسکتا، کیوں کہ إذا فجائیہ فعل پر داخل ہی نہیں ہوتا ہے۔

سوال: دونوں وجہیں کب جائز ہوتی ہیں؟

جواب: اس اسم مقدم سے پہلے ایک حرف عطف ہو، اور اس حرف عطف سے پہلے ایک جملہ فعلیہ ہو

جو اپنے پہلے والے اسم کی خبر بن رہا ہو جیسے: زید قام أبوه و عمروا أكرمته "عمرو" سے پہلے واؤ ہے، اور اس سے پہلے قام أبوه جملہ فعلیہ ہے، اور یہ جملہ فعلیہ زید کی خبر بن رہا ہے، تو اس طرح کی مثالوں میں رفع اور نصب دونوں برابر ہیں۔

سوال: اس طرح کی مثالوں میں دونوں اعراب کیوں برابر ہوتے ہیں؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ "عمرو" کو رفع دیں تو یہ مانا جائے گا کہ آپ نے اس کا عطف "زید" پر کیا ہے، اور اس صورت میں جملہ اسمیہ کا عطف جملہ اسمیہ پر ہی ہوگا، اور اگر آپ نے "عمروا" کو نصب دیا تو گویا اس کا عطف "قام أبوه" پر کیا اور اس صورت میں جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہی ہوگا، یعنی دونوں صورتوں میں عطف میں مناسبت بھی ہے، اور "زید قام أبوه" جیسی مثالوں میں دونوں پر عطف کرنے کی گنجائش بھی ہے، اس لئے کہ یہ دو رخ والا بڑا جملہ ہے۔

سوال: بڑے جملے سے کیا مراد ہے؟

جواب: مطلب یہ ہے کہ یہ ایسا جملہ ہے کہ اس کے اندر ایک جملہ اور ہے، یعنی یہ پورا ایک جملہ ہے مگر اس کے ضمن میں قام أبوه ایک جملہ اور بھی ہے۔

سوال: دو رخ والے جملہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: شروع کے اعتبار سے جملہ اسمیہ ہے اور آخر کے اعتبار سے جملہ فعلیہ ہے، اس اعتبار سے دو رخ والا جملہ ہے۔

سوال: رفع کس صورت میں راجح ہوتا ہے؟

جواب: مذکورہ تمام صورتوں کے علاوہ میں، جیسے "زید ضربته" قرآن میں ہے "جنات عدنٍ يدخلونها"، تمام قراء سبعہ نے "جنات" کو رفع کے ساتھ ہی پڑھا ہے۔

سوال: اس طرح کی مثالوں میں رفع کیوں راجح ہے؟

جواب: اس لئے کہ رفع ہی اصل ہوتا ہے، دوسری حرکت جب ہی دی جاتی ہے جب اس کے لئے وجہ ترجیح موجود ہو، اور یہاں کوئی وجہ ترجیح ہے نہیں، اس وجہ سے رفع راجح ہوا۔

سوال: "وكل شيء فعلوه في الزبر" کا تعلق باب اشتغال سے ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں؛ اس لئے کہ اس باب کی شرط یہ تھی کہ اگر اس فعل کو اسم مقدم کا عامل بنا دیا جائے تو وہ اس میں عمل کر سکے، اور معنی بھی نہ بدلیں، لیکن یہاں معنی بدل جائیں گے اگر فعل کو اسم مقدم کا

عامل بنایا جائے۔

سوال: معنیٰ کس طرح بدل جائیں گے؟

جواب: اس آیت کا مطلب ہے کہ ہر چیز جو انہوں نے کی ہے وہ زبر میں ہے، لیکن اگر اسے باب اشتغال میں سے مان لیں تو مطلب ہو جائے گا کہ زبر میں لکھی ہوئی ہر چیز انہوں نے کی، جب کہ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب کچھ زبر میں لکھا ہوا ہے۔

سوال: پھر "کل شیء" میں "کل" پر کیا اعراب آئے گا؟

جواب: صرف رفع، اس لئے کہ کل شی مبتدا ہوگا اور فعلوہ اس کی صفت، اور صفت موصوف میں عمل نہیں کرتی ہے، اس سے بھی ثابت ہوا کہ یہ فعل اس اسم مقدم میں عمل نہیں کر سکتا۔

سوال: کیا "أزید ذھب به" کا تعلق باب اشتغال سے ہے؟

جواب: نہیں؛ اس لئے کہ اگر "ذھب به" کو زید کا عامل بنادیا جائے تو اسے نصب نہیں دے سکتا، جب کہ یہ شرط ہے کہ وہ اسے نصب دے سکے۔

تنازع کا باب

سوال: تنازع کا کیا مطلب ہے؟

جواب: دو یا دو سے زیادہ عامل ہوں، ان کے بعد ایک یا ایک سے زیادہ معمول ہوں، ان عاملوں میں سے ہر ایک اس معمول میں عمل کرنا چاہتا ہو۔

سوال: اسے تنازع کیوں کہتے ہیں؟

جواب: اس لئے کہ کئی عامل، معمول میں عمل کرنے کے لئے جھگڑتے ہیں، اور ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ میں عمل کروں۔

سوال: باب تنازع کو اور کیا کہتے ہیں؟

جواب: باب الاعمال۔

سوال: اس تنازع کی کتنی صورتیں ہو سکتی ہیں؟

جواب: اس کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

سوال: پہلی صورت کیا ہے؟

جوا[ب]: عامل دو ہوں اور معمول ایک ہو، اور دونوں عامل اس معمول میں عمل کرنا چاہتے ہوں، جیسے

''آتونی أفرغ علیه قطراً'' کہ ''آتو'' اور ''أفرغ'' دو عامل ہیں، اور ''قطراً'' ایک معمول ہے، اور دونوں عامل اس میں عمل کرنا چاہتے ہیں۔

سوال: دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: عامل دو ہوں اور معمول ایک سے زیادہ ہوں، جیسے: ضرب و أکرم زیدٌ عمرواً۔

سوال: تیسری صورت کیا ہے؟

جواب: عامل دو سے زیادہ ہوں اور معمول ایک ہو، جیسے: ''کما صلیت وبارکت وترحمت علی ابراھیم'' کہ ابراہیم میں صلیت، بارکت اور ترحمت تینوں عامل عمل کرنا چاہ رہے ہیں۔

سوال: چوتھی صورت کیا ہے؟

جواب: عامل دو سے زیادہ ہوں، اور معمول بھی ایک سے زیادہ ہو، جیسے: تسبحون وتحمدون وتکبرون دبر کل صلاۃ ثلاثاً وثلاثین'' کہ دبر اور ثلاثاً وثلاثین دو معمول ہیں، ایک ظرف ہے اور دوسرا مفعول مطلق، اور عامل تین ہیں، اور تینوں ان دونوں میں عمل کرنا چاہ رہے ہیں۔

سوال: ان مختلف عوامل میں سے کسے عمل دلایا جائے گا؟

جواب: جسے بھی چاہیں عمل دلا سکتے ہیں، جواز میں کسی کا اختلاف نہیں، ہاں مختار اور بہتر ہونے میں اختلاف ہے۔

سوال: کس کس کا اختلاف ہے؟

جواب: کوفیین اور بصریین کا۔

سوال: کوفیین کیا کہتے ہیں؟

جواب: کہتے ہیں کہ پہلے والے کو عمل دلانا بہتر ہے۔

سوال: ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: کہتے ہیں کہ وہ پہلے ہے، اور پہلے کا حق زیادہ ہوتا ہے۔

سوال: بصریین کیا کہتے ہیں؟

جواب: کہتے ہیں کہ اخیر والے کو عمل دلانا بہتر ہے۔

سوال: ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: اس لئے کہ معمول سے زیادہ قریب وہی ہے، اور قریب والے کا زیادہ حق ہوتا ہے۔

سوال: اگر پہلے والے کو عمل دلائیں تو دوسرے عامل کا کیا ہوگا؟

جواب: دوسرے عامل کو جس معمول کی ضرورت ہوگی اس کی ضمیر اس میں لائی جائے گی، اگر اسے مرفوع کی ضرورت ہوگی تو مرفوع کی ضمیر لائی جائے گی، اور اگر منصوب کی ضرورت ہوگی تو منصوب کی ضمیر لائی جائے گی، اور اگر مجرور کی ضمیر کی ضرورت ہوگی تو مجرور کی ضمیر لائی جائے گی، جیسے ''قام وقعدا أخواك'' میں اگر قام کو عمل دلائیں تو قعد کو مرفوع کی ضمیر کی ضرورت ہوگی؛ کیوں کہ اسے فاعل چاہیے، لہذا اس میں مرفوع یعنی فاعل کی ضمیر لائیں گے جو واحد، تثنیہ اور جمع میں ''أخواك'' کے مطابق ہوگی، اس کی تقدیر ہوگی: قام وقعدا أخواك، اسی طرح قام وضربت أخواك میں ضربت کو منصوب کی ضرورت ہے، تو اس میں منصوب کی ضمیر لائیں گے، اس کی اصل ہوگی: قام وضربتهما أخواك. اسی طرح ''قام ومررت بهما أخواك'' میں مررت کو مجرور کی ضرورت ہے تو اس میں مجرور کی ضمیر لائی جائے گی۔

سوال: لیکن ان تمام صورتوں میں تو ضمیر مابعد کی طرف لوٹے گی؟

جواب: ہاں؛ لیکن چونکہ ''أخواك'' جس کے بارے میں تنازع ہو رہا ہے نیۃً مقدم اور ان ضمیروں سے پہلے ہے، تو اس طرح رتبۃً وہ ضمیر ماقبل کی طرف ہی لوٹے گی۔

سوال: اگر اخیر والے کو عمل دلائیں تو پہلے والے عامل کا کیا ہوگا؟

جواب: اگر پہلے والے عامل کو مرفوع کی ضرورت ہوگی تب تو مرفوع کی ضمیر لے آئیں گے، جیسے: قام وقعد أخواك میں قاما وقعد أخواك کہیں گے۔

سوال: اگر پہلے والے کو منصوب یا مجرور کی ضرورت ہوگی تو کیا کریں گے؟

جواب: تو اس ضمیر کو حذف کردیں گے، لہذا ''ضربت وضربني أخواك'' کہا جائے گا، ضربتهما نہیں کہا جائے گا، اور اسی طرح ''مررت ومرّ بي أخواك'' کہیں گے مررت بهما نہیں کہیں گے۔

سوال: ضمیر حذف کیوں کردیں گے؟

جواب: کیوں کہ ذکر کرنے کی صورت میں ضمیر لفظاً اور رتبۃً دونوں اعتبار سے مابعد کی طرف لوٹے گی۔

سوال: مرفوع کی ضمیر بھی تو مابعد کی طرف لوٹے گی پھر اسے کیوں نہیں حذف کیا جائے گا؟

جواب: اگرچہ مرفوع کی ضمیر بھی مابعد کی طرف لوٹے گی، مگر مرفوع کی ضمیر میں یہ معاف ہے، لیکن منصوب اور مجرور میں معاف نہیں۔

سوال: امرؤالقیس کے مندرجہ ذیل شعر کا تعلق باب تنازع سے ہے یا نہیں؟

(۸۱) ولو أنّ ما أسعىٰ لأدنىٰ معيشة كفاني –ولم أطلب – قليل من المال

جواب: نہیں؛ اس لئے کہ اسے باب تنازع میں سے ماننے کی صورت میں مطلب بدل جائے گا۔

سوال: مطلب کس طرح بدل جائے گا؟

جواب: شاعر کہنا چاہ رہا ہے کہ میں اعلی زندگی کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہوں، اگر میری دوڑ دھوپ معمولی زندگی گذارنے کے لئے ہوتی تو تھوڑا سا مال میرے لئے کافی ہو جاتا، مطلب یہ نکلا کہ نہ اس کی دوڑ دھوپ معمولی زندگی کے لئے ہے اور نہ ہی اس کے لئے تھوڑا سا مال کافی ہے، اب اگر ''لم أطلب'' کو بھی ''قليل'' پر عمل کرادیں تو مطلب ہو جائے گا کہ میں تھوڑا مال طلب نہ کرتا، اور اس میں تضاد ہو جائے گا، کیوں کہ اس کا مطلب ہو جائے گا کہ میں تھوڑا مال طلب کر رہا ہوں، جب کہ ابھی اس کی نفی کی ہے۔

سوال: پھر ''لم أطلب'' کا معمول کہاں ہے؟

جواب: محذوف ہے، اس کی تقدیر ہے: لم أطلب الملك۔

سوال: معنی کی یہ خرابی تو اس وقت پیدا ہو رہی ہے جب ''لم أطلب'' کا عطف ''كفاني'' پر کریں گے، اگر اسے جملہ مستأنفہ مان کر تنازع فعلان میں سے مانیں تو کیا خرابی ہے؟

جواب: جملہ مستأنفہ ماننے کی صورت میں اس کا ''كفاني'' عامل سے ربط ختم ہو جائے گا، اور تنازع کی شرط یہ ہے کہ دونوں عاملوں میں ربط پایا جائے۔

مفاعیل کا بیان

سوال: فاعل مرفوع اور مفعول منصوب کیوں ہوتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ رفع دشوار ہے اور فتحہ ہلکا، فاعل ایک ہی ہوتا ہے اور مفعول ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں، تو دشوار حرکت اسے دی گئی جو ایک ہی ہوتا ہے، اور ہلکی حرکت اسے دی گئی جو کئی بھی ہو سکتے ہیں۔

سوال: مفاعیل کتنے ہوتے ہیں؟

جواب: پانچ: مفعول بہ جیسے: ضربت زيداً، مفعول مطلق جیسے: ضربت ضرباً، مفعول فیہ جیسے: صمت يوم الخميس، جلست أمامك، مفعول لہ جیسے: قمت إجلالاً

لك، اور مفعول معہ جیسے: سرت والنیل۔

سوال: کیا مفاعیل کے پانچ ہونے میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: جی ہاں، زجاج اور کوفیین کے نزدیک چار ہیں، اور سیرافی اور جوہری کے نزدیک چھ ہیں۔

سوال: زجاج ان پانچوں میں سے کسے کم کرتے ہیں؟

جواب: مفعول معہ کو کم کرتے ہیں، ان کے نزدیک مفعول معہ مفعول بہ ہی ہوتا ہے، اور سرت والنیل کی تقدیر ہوتی ہے: سرت وجاوزت النیل۔

سوال: کوفیین کے نزدیک کونسا مفعول کم ہے؟

جواب: مفعول لہ کو کم کرتے ہیں، اور اسے مفعول مطلق میں شمار کرتے ہیں۔

سوال: سیرافی کے نزدیک چھٹا مفعول کونسا ہے؟

جواب: مفعول منہ، جیسے قرآن میں ہے "واختار موسیٰ قومه سبعين رجلا" اس لئے کہ اس کے معنی ہیں "اختار من قومه"۔

سوال: جوہری کے نزدیک مفعول سادس کونسا ہے؟

جواب: جوہری مستثنی کو ہی مفعول مانتے ہیں، اور اس کا نام مفعول دونہ رکھتے ہیں۔

مفعول بہ کا بیان

سوال: مفعول بہ کی تعریف کیا ہے؟

جواب: مفعول بہ وہ ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے: ضربت زیداً۔

سوال: یہ تعریف کس نے کی ہے؟

جواب: ابن حاجبؒ نے۔

سوال: اس تعریف کے حساب سے تو "لا تضرب" اور "ما ضربت زیداً" میں زیداً کو مفعول بہ نہیں ہونا چاہئے، اس لئے کہ اس پر فاعل کا فعل واقع ہی نہیں ہو رہا ہے، بلکہ واقع کرنے سے منع کیا جا رہا ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وقوع یعنی فعل کے مفعول بہ پر واقع ہونے سے مراد یہ ہے کہ فعل کا مفعول بہ سے مثبت یا منفی ایسا تعلق ہو جو کہ صرف اسی سے سمجھ میں آئے، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ "زیداً" دونوں مثالوں میں ضرب سے متعلق ہے، اور ضرب کے معنی کو سمجھنا اسی پر

موقوف ہے، یا اگر ضرب کا کوئی متعلق ہو تو اس کا سمجھنا بھی اسی مفعول پر موقوف ہو۔

منادیٰ کا بیان

سوال: منادیٰ کس کی قسموں میں سے ہے؟

جواب: مفعول بہ کی۔

سوال: منادیٰ، مفعول بہ کی قسم کس طرح ہے؟

جواب: اس لئے کہ یا عبد الله کی اصل أدعو عبد الله ہوتی ہے، فعل کو حذف کر کے یا کو اس کا قائم مقام بنا دیا گیا۔

سوال: منادیٰ کا کیا حکم ہے؟

جواب: منادیٰ تین صورتوں میں لفظاً منصوب ہوتا ہے۔

سوال: پہلی صورت کیا ہے جس میں منادی لفظاً منصوب ہوتا ہے؟

جواب: پہلی صورت یہ ہے کہ منادیٰ مضاف ہو، جیسے: یا عبد الله، یا رسول الله شاعر نے کہا ہے۔

(۸۲) ألا یا عباد الله قلبی متیم　　　بأحسن من صلیٰ و أقبحهم بعلاً

سوال: دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: یہ کہ منادی مشابہ مضاف ہو، اور مشابہ مضاف اس کو کہتے ہیں جس سے کوئی ایسی چیز ملی ہو جو اس کے معنی کو پورا کر رہی ہو یعنی جس طرح مضاف کے معنی مضاف الیہ سے مل کر پورے ہوتے ہیں اسی طرح منادی کے معنی بھی کسی لفظ سے مل کر پورے ہوں تو منادی کو مشابہ مضاف کہتے ہیں، جس اسم سے منادی کے معنی پورے ہوتے ہیں وہ یا تو مرفوع ہوگا جیسے: یا محموداً فعله، یا حسناً وجهه، یا جمیلاً فعله، یا کثیراً برّه، یا منادی کی وجہ سے منصوب ہوگا جیسے: یا طالعاً جبلاً، یا کسی حرف جار کی وجہ سے مجرور ہوگا اور منادی سے متعلق ہوگا جیسے: یا رفیقاً بالعباد، یا خیراً من زید، یا وہ منادی بننے سے پہلے معطوف علیہ ہوگا جیسے کسی شخص کا نام ثلاثة وثلاثین ہو، تو جب اس کو منادی بنائیں گے تو کہیں گے یا ثلاثة وثلاثین۔

سوال: تیسری صورت جس میں منادی لفظاً منصوب ہوتا ہے کیا ہے؟

جواب: یہ کہ منادی نکرہ غیر مقصودہ ہو۔

نکرہ غیر مقصودہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: یعنی ایسا نکرہ جس کی تخصیص نہ کی گئی ہو، اور اس سے عام کوئی بھی مراد ہو، جیسے: اندھے کا قول ہے "یا رجلاً خذ بیدی" کہ اس میں رجلاً نکرہ غیر معینہ ہے، اور اس سے کوئی بھی عام مراد ہے، شاعر نے کہا ہے ؎

(۸۳) فیا راکباً إما عرضت فبلّغن ندامای من نجران أن لا تلاقیا

سوال: منادی مبنی کب ہوتا ہے؟

جواب: جب مفرد ہو اور معرفہ ہو، جیسے: یا زیدُ، یا رجلُ۔

سوال: مفرد سے کیا مراد ہے؟

جواب: مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہو۔

سوال: معرفہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: معرفہ سے مراد یہ ہے کہ اس سے کوئی متعین شخص مراد ہو، اب چاہے حقیقۃً وہ معرفہ ہو یعنی منادی بننے سے پہلے بھی معرفہ ہو جیسے: یا زیدُ، یا عمروُ، یا حقیقۃً تو معرفہ نہ ہو؛ لیکن منادی بننے کی وجہ سے نکرہ معینہ ہو کر معرفہ ہو جائے، جیسے: یا رجلُ، یا جبالُ۔

سوال: منادی مفرد معرفہ کس اعراب پر مبنی ہوتا ہے؟

جواب: اسی حالت پر مبنی ہوگا جو حالت اس کی معرب ہونے کے وقت ہوتی ہے، یعنی اگر واحد ہوگا تو ضمہ پر مبنی ہوگا جیسے: یا زیدُ، قرآن میں ہے "یا نوحُ"، تثنیہ ہوگا تو الف نون پر جیسے: یا زیدان، جمع مذکر سالم ہوگا تو واؤ نون پر جیسے: یا زیدون، اور اگر جمع مکسر ہوگا تو ضمہ پر جیسے قرآن میں ہے "یجبالُ أوّبی معه"۔

منادیٰ مضاف الی الیاء کا حکم

سوال: جب منادی یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس میں کتنی لغتیں جائز ہو سکتی ہیں؟

جواب: چھ۔

سوال: پہلی لغت کیا ہے؟

جواب: یا غلامِیْ، یعنی یائے ساکنہ کو باقی رکھ کر جیسے قرآن میں ہے یا عبادِیْ لا خوف علیکم۔

سوال: دوسری لغت کیا ہے؟

جواب: یـا غلام یعنی یائے ساکنہ کو حذف کرکے اور کسرہ کو باقی رکھ کر، تاکہ وہ کسرہ ''ی'' کے حذف ہونے پر دلالت کرے، جیسے قرآن میں ہے، یا عبادِ فاتقون۔

سوال: تیسری لغت کیا ہے؟

جواب: یا کو حذف کرکے اور ''ی'' کی وجہ سے جو حرف پہلے مکسور تھا اسے ضمہ دے کر، جیسے یـا أمُ لا تـفـعـلـی، اور قرآن کی اس آیت کو بھی ایک قراءت میں اس لغت کے مطابق پڑھا گیا ہے قال ربُ احکم بالحق، رب کو ضمہ دے کر۔

سوال: اس لغت کا حکم کیا ہے؟

جواب: یہ ضعیف ہے۔

سوال: چوتھی لغت کیا ہے؟

جواب: یا غلامِیَ 'ی' کو باقی رکھ کر اور سکون کے بجائے اسے فتح دے کر جیسے یا عبادِیَ الذین أسرفوا۔

سوال: پانچویں لغت کیا ہے؟

جواب: یـا غلاما یعنی 'ی' سے پہلے جو کسرہ تھا اسے فتحہ سے بدل کر، اس صورت میں ''ی'' الف سے بدل جائے گی؛ کیوں کہ 'ی' متحرک اور اس کا ماقبل مفتوح ہوگا۔ جیسے قرآن میں ہے یا حسرتا علی ما فرطت فی جنب الله اور یا أسفا علی یوسف۔

سوال: چھٹی لغت کیا ہے؟

جواب: یـا غلامَ پانچویں لغت کے مطابق 'ی' اور 'الف' کو حذف کرکے، اور فتحہ کو باقی رکھ کر جو 'الف' کے حذف پر دلالت کرسکے، جیسے شعر

(۸۴) ولست براجع ما فات منی بلهفَ ولا بلیتَ ولا لو أنی

بلهف سے مراد بقولی یا لهفَ ہے۔

سوال: اگر 'ی' متکلم کی طرف مضاف ہونے والا منادی أب اور أم کا لفظ ہو تو اس میں کتنی لغتیں جائز ہوں گی؟

جواب: دس۔

جواب: ... چھوڑ دی جاوے جو گزریں، یعنی یا أمی، یا أبِ، یا أبَ، یا أمی، یا أما، یا أب.

سوال: ساتویں لغت کیا ہے؟

جواب: یا أبتِ 'ی' کو تاء مکسورہ سے بدل کر جیسے ابن عامر کے علاوہ تمام قراء نے قرآن کی اس آیت کو پڑھا ہے یا أبتِ افعل.

سوال: آٹھویں لغت کیا ہے؟

جواب: یا أبتَ 'ی' کو تاء مفتوحہ سے بدل کر جیسے مذکورہ آیت کو ابن عامر نے پڑھا ہے، یا أبتَ

سوال: نویں لغت کیا ہے؟

جواب: یا أبتا 'ی' کی جگہ ''ت'' مفتوح اور اس کے بعد الف لگا کر جیسے مذکورہ آیت کی ایک شاذ قراءت یہ بھی ہے یا أبتا افعل.

سوال: دسویں لغت کیا ہے؟

جواب: یا أبتی 'ی' کی جگہ 'ت' مکسور اور اس کے بعد 'ی' ساکن لگا کر۔

سوال: نویں اور دسویں لغت کا کیا حکم ہے؟

جواب: دونوں قبیح لغتیں ہیں، اور دسویں تو بہت ہی زیادہ قبیح ہے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ ضرورت شعری کے علاوہ اس کا استعمال ہی جائز نہیں ہے۔

سوال: اگر منادی کسی ایسے لفظ کی طرف مضاف ہو جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے یا غلامَ غلامی تو اس مضاف الی الیاء میں کتنی لغتیں ہیں؟

جواب: صرف دو۔

سوال: پہلی؟

جواب: اس 'ی' کو ساکن کر کے جیسے یا غلامَ غلامی۔

سوال: دوسری؟

جواب: 'ی' کو فتحہ دے کر جیسے یا غلامَ غلامِیَ۔

سوال: اگر وہ متکلم ابن أم یا ابن عم ہو تو کتنی لغتیں جائز ہوں گی؟

جواب: چار۔

سوال: پہلی؟

جواب: ''ی'' کو حذف کر کے اور میم کو فتحہ دے کر جیسے قال ابنَ أمَّ إن القوم استضعفونی

اور قال یا ابن أمَ لا تأخذ بلحیتی۔

سوال: دوسری؟

جواب: 'ی' کو حذف کرکے اور میم کو کسرہ دے کر جیسا کہ قراء سبعہ میں سے بعض نے ان دونوں آیات کو اس طرح پڑھا ہے، قال ابن أمِ۔ یا ابن أمِ۔

سوال: تیسری؟

جواب: 'ی' کو باقی رکھ کر اور سکون دے کر جیسے شعر ؎

(۸۵) یا ابن أمِی ویا شقیّق نفسی أنت خلفتنی لدهر شدید

سوال: چوتھی؟

جواب: 'ی' کو الف سے بدل کر۔ جیسے: ؎ (۸۶) یا ابنة عما لا تلومی واهجعی

سوال: تیسری اور چوتھی لغت کا کیا حکم ہے؟

جواب: قلیل الاستعمال ہیں۔

منادی کے تابع کا حکم

سوال: منادی کے تابع کا کیا حکم ہے؟

جواب: پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ منادی مبنی ہے یا معرب۔

سوال: اگر منادی مبنی ہو تو اس کے تابع کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: اگر منادی مبنی ہو تو اس کے تابع کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، اور اسی کے اعتبار سے اس کا حکم ہوگا، اگر اس کا تابع عطف بیان ہو یا عطف نسق یا معرف باللام ہو تو اس صورت میں اس کو رفع بھی دیا جا سکتا ہے اور نصب بھی۔

سوال: رفع کیوں دیا جا سکتا ہے؟

جواب: منادی کے لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے کیوں کہ منادی لفظاً مرفوع ہے اگر چہ محلاً منصوب ہوتا ہے، نعت کی مثال یا زیدُ الظریفُ، تاکید کی مثال: یا زید والضحاک، شعر ؎

(۸۷) یا حکمُ الوارث عن عبد الملك ؎

(۸۸) فما کعب ابن مامة وابن أروی بأجود منك یا عمرُ الجوادا

(۸۹) ألا یا زید والضحاك سیرا فقد جاوزتما خمر الطریق

اور قرآن کی آیت کی ایک شاذ قراءت یا جبالُ أوبی معه والطیرُ رفع کے ساتھ بھی ہے۔

سوال: نصب کیوں دیا جا سکتا ہے؟

جواب: منادی کے محل کا اعتبار کرتے ہوئے؛ کیوں کہ منادی محلاً منصوب ہوتا ہے۔ جیسے یا زید الظریفَ یا تمیم أجمعین یا سعید کرزاً یا زید والضحاكَ، تینوں شعروں میں 'الوارث' 'الجواد' اور 'الضحاك' کو نصب کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، اور قرآن کی آیت یجبال أوبی معه والطیرَ۔

سوال: دوسری صورت کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: منادی کا تابع ایسی صفت کا صیغہ ہو جو معرف بالالف واللام اور مابعد کی طرف مضاف ہو، جیسے یا زید الحسن الوجه۔

سوال: اس صورت میں تابع پر کیا اعراب آئے گا؟

جواب: اس صورت میں بھی تابع پر دونوں اعراب آسکتے ہیں، منادی کے لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے رفع اور محل کا اعتبار کرتے ہوئے نصب، جیسے یا زید الحسنُ الوجه اور الحسنَ الوجه۔ شعر ؎ (۹۰) یا صاحِ یا ذا الضامرُ العنس میں منادی کے تابع ''الضامر'' کو رفع اور نصب دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

سوال: تیسری صورت کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: تابع ایسا مضاف ہو جس پر الف لام نہ ہو۔

سوال: اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس صورت میں تابع پر نصب ہی واجب ہوگا۔ جیسے یا زید صاحبَ عمرو، یا زید أبا عبدالله، یا تمیم کلَکم، یا تمیم کلَهم اور عطف نسق کی مثال: یا زید وأبا عبدالله، قرآن میں ہے: قل اللهم فاطرَ السموات والارض۔

سوال: چوتھی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: جب منادی ''أیّ'' کا لفظ ہو اور تابع اس کی صفت بن کر آئے۔

سوال: اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

جواب: رفع پڑھنا واجب ہوگا جیسے یآ أیها الناس، یآ أیها النبی۔

سوال: پانچویں صورت کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: منادی مبنی ہو اور اس کا تابع بدل یا بغیر الف لام کے عطف نسق ہو۔

سوال: اس صورت میں کیا ہوگا؟

جواب: اس صورت میں تابع پر وہی اعراب آئے گا جو اس وقت آتا جبکہ وہ خود منادی ہوتا، جیسے بدل میں کہیں گے یا سعیدُ کرزُ کرز کو ایک پیش دے کر (بغیر تنوین کے) اس لئے کہ اگر یہ منادی ہوتا تو یا کرز کہا جاتا۔ اس طرح یا سعیدُ أبا عبدالله نصب کے ساتھ، اس لئے کہ اگر أبا عبدالله منادی ہوتا تو منصوب ہی ہوتا، اسی طرح عطف نسق میں یا زیدُ و عمرُو، اور یا زیدُ و أبا عبدالله کہیں گے جیسا کہ یا عمرُو اور یا أبا عبدالله کہتے جب منادی ہوتے۔

سوال: چھٹی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: منادی معرب ہو اور تابع بدل اور عطف نسق بغیر الف لام ہو۔

سوال: اس صورت میں میں کیا عراب آئے گا؟

جواب: اس صورت میں بھی اس پر وہی اعراب آئے گا جو اس وقت آتا ہے جب وہ خود منادی ہوتا، جیسے یا أبا الحسن صاحبَنا، صاحبَنا کے نصب کے ساتھ اس لئے کہ اگر یہ منادی ہوتا تو منصوب ہی ہوتا۔ اس طرح عطف نسق میں کہیں گے، یا ذا الفضل وذاالعلم۔ اور جیسے یا عبدالله زیدُ جیسا کہ زید منادی ہوتا تو اس کا اعراب یہی ہوتا۔

منادی مکرر کا حکم

سوال: جب منادی مفرد مضاف ہو کر مکرر آئے جیسے یا زید زید الیعملات تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: دوسرا تو ہمیشہ منصوب ہوگا، البتہ پہلے کو ضمہ بھی دے سکتے ہیں اور فتحہ بھی۔

سوال: پہلے کو ضمہ کس وجہ سے دیا سکتا ہے؟

جواب: اس کو منادی مفرد مان کر، اور منادی مفرد مرفوع ہی ہوتا ہے۔

سوال: اس صورت میں دوسرے کی کیا حیثیت ہوگی؟

جواب: یا تو وہ خود منادی ہوگا اور اس کا حرف نداء محذوف مانا جائے گا یعنی یا زید یا زید الیعملات یا وہ عطف بیان ہوگا یا مفعول ہوگا اور أعني، فعل محذوف ہوگا۔

سوال: اور پہلے والے کو فتحہ کس وجہ سے دیا جا سکتا ہے؟

جواب: یہ مان کر کہ اصل میں وہ بھی مضاف تھا اور اصل یہ تھی یا زید الیعملات زید الیعملات.

سوال: اگر اس کی اصل یہ تھی تو پھر "الیعملات" پہلے "زید" سے حذف ہوا یا دوسرے سے؟

جواب: اس میں سیبویہ اور مبرد کا اختلاف ہے۔

سوال: سیبویہ کیا کہتے ہیں؟

جواب: سیبویہ یہ کہتے ہیں کہ دوسرے سے حذف ہوا ہے، کیوں کہ پہلے والا اس پر دلالت کر رہا ہے، پھر جو زید ہے اسے 'زید الیعملات' (جو مضاف مضاف الیہ ہے) کے درمیان میں داخل کر لیا گیا، اس طرح یا زید زید الیعملات ہو گیا۔

سوال: مبرد کی کیا رائے ہے؟

جواب: مبرد کہتے ہیں کہ پہلے سے حذف ہوا اور دوسرا اس پر دلالت کر رہا ہے۔

سوال: یہ دونوں توجیہیں کیسی ہیں؟

جواب: دونوں ضعیف ہیں۔

سوال: سیبویہ کی توجیہ کے ضعیف ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فصل کرنا لازم آ رہا ہے، جبکہ مضاف مضاف الیہ ایک ہی کلمہ کی طرح ہوتے ہیں اور ایک ہی کلمہ کے درمیان فصل نہیں ہوتا ہے۔

سوال: مبرد کے قول کے ضعیف ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یہ کہ اس صورت میں پہلے سے حذف ہو رہا ہے، جبکہ عموماً دوسرے کلمہ سے حذف ہوتا ہے، پہلے سے بہت کم حذف ہوتا ہے۔

ترخیم کا بیان

سوال: ترخیم کسے کہتے ہیں؟

جواب: ترخیم کا مطلب ہے کہ منادی کے آخر کو تخفیفاً حذف کر دیا جائے۔

سوال: ترخیم کا یہ نام پرانا ہے یا نیا؟

جواب: پرانا ہے۔

سوال: اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب: حضرت ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ حضرت ابن مسعودؓ ونادوا یا مالُ پڑھتے ہیں تو آپ

نے فرمایا کہ جہنم والوں کو ترخیم کا موقع کہاں ہوگا۔ حضرت ابن عباس نے ترخیم کا لفظ استعمال کیا، جس سے پتہ چلا کہ یہ نام بہت پرانا ہے۔

سوال: یہ بات کس نے ذکر کی ہے؟

جواب: زمخشری وغیرہ نے۔

سوال: بعض لوگوں نے اس آیت میں ترخیم کے اچھا ہونے کی کیا وجہ بیان کی ہے؟

جواب: یہاں ترخیم دراصل اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہل عرب جب کسی اسم کو پورے طور پر ادا نہیں کر پاتے ہیں تو اس میں سے کچھ حذف کر دیتے ہیں، اور اہل جہنم تمام کلمات کو پوری طرح ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں گے، جہنمیوں کی اس حالت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے یہاں ترخیم کی گئی ہے۔

سوال: ترخیم کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: سب سے پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ اسم جس میں ترخیم کی جارہی ہے معرفہ ہو، پھر اس کی دو قسمیں ہوں گی، یا تو اس کے آخر میں ''ت'' ہوگی، یا نہیں ہوگی۔

سوال: اگر اس کے آخر میں ''ت'' ہو تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: اگر معرفہ کے آخر میں ''ت'' ہو تو ترخیم کرنے کے لئے مزید کسی شرط کی ضرورت نہیں ہے، نہ علم ہونے کی اور نہ تین حرف سے زیادہ ہونے کی، چنانچہ ''ثبة'' (جو جماعت کے معنی میں آتا ہے) میں ترخیم کریں گے تو کہیں گے: یـا ثب جیسا کہ عائشہ میں ترخیم کرتے وقت کہتے ہیں یا عائشُ۔

سوال: اگر اس کے آخر میں ''ت'' نہیں ہے تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: اگر ''ت'' نہیں ہے تو اس میں ترخیم کرنے کے لئے تین شرطیں ہیں: (۱) وہ (ایسا منادی ہو جو) مبنی علی الضم ہو۔ (۲) وہ علم ہو۔ (۳) تین حرف سے زائد ہو۔ جیسے حارث اور جعفر میں ترخیم کے بعد یا حارِ، یا جعفُ کہیں گے۔

سوال: کیا عبداللہ اور شاب قرنا ھا میں ترخیم کر سکتے ہیں؟

جواب: نہیں؛ اس لئے کہ یہ دونوں مبنی علی الضم نہیں ہیں۔

سوال: کیا ''انسان'' (اگر اس سے کوئی خاص آدمی مراد ہو) میں ترخیم کر سکتے ہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ یہ علم نہیں ہے۔

سوال: کیا زید اور عمرو میں ترخیم کر سکتے ہیں؟

جواب: نہیں؛ اس لئے کہ یہ تین حرف سے زائد نہیں ہیں۔

سوال: کیا حَکَم اور حَسَن میں ترخیم کر سکتے ہیں؟

جواب: جمہور کے نزدیک تو نہیں کر سکتے؛ لیکن امام فراء نے ان کے متحرک الاوسط ہونے کی وجہ سے اجازت دی ہے۔

سوال: امام فراء نے جو اجازت دی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: امام فراء نے اسے ''سقر'' اور ''جمزی'' پر قیاس کیا ہے، کہ سقر کو متحرک الاوسط ہونے کی وجہ سے سب نے غیر منصرف پڑھنا واجب قرار دیا ہے، اسی طرح ''جمزی'' کے متحرک الاوسط ہونے کی وجہ سے نسبت کے موقع پر اس کے الف کو حذف کرنا واجب قرار دیا ہے، حبلی کی طرح الف حذف کرنے اور واو سے بدلنے دونوں کی اجازت نہیں دی ہے، کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ان دو کلمات کے متحرک الاوسط ہونے کی وجہ سے ان کا حکم ان جیسے دوسرے کلمات سے الگ ہے اسی طرح حکم اور حسن کا ترخیم میں حکم ان جیسے دوسرے کلمات سے الگ ہوگا کیوں کہ یہ بھی متحرک الاوسط ہیں۔

سوال: جس لفظ میں ترخیم کی جائے تو اس کے بچے ہوئے آخری حرف پر کیا اعراب آئے گا؟

جواب: "لغة من لا ينتظر" کے مطابق ترخیم کے بعد جو باقی بچا وہ مستقل اسم ہے لہذا اس پر ضمہ آئے گا جیسا کہ مفرد پر منادی ہونے کی وجہ سے ضمہ آتا ہے، اور لغة من ينتظر کے مطابق آخر سے حذف کے بعد اس کلمہ میں جو آخری حرف بچا اس پر وہی اعراب رہے گا، جو اس حرف پر ترخیم سے پہلے تھا، جیسے یا جعفر' میں ترخیم سے پہلے 'ف' پر فتحہ تھا تو ترخیم کے بعد یا جعفَ 'ف' کے فتحہ کے ساتھ ہی پڑھیں گے۔ جبکہ پہلے قول کے مطابق پیش پڑھیں گے؛ کیوں کہ ''جعفُ'' ترخیم کے بعد مستقل اسم ہے۔

سوال: لغة من ينتظر اور لغة من لا ينتظر کا کیا مطلب ہے؟

جواب: لغة من ينتظر کا مطلب ہے کہ ان لوگوں کی لغت جو ترخیم شدہ کلمہ میں حذف کئے ہوئے حرف کا اعتبار کرتے ہیں، اور لغة من لا ينتظر کا مطلب ان لوگوں کی لغت جو اس حرف کا اعتبار نہیں کرتے ہیں۔

سوال: لغة من ينتظر کے مطابق کچھ مثالیں دیجئے؟

جواب: جعفر میں یا جعفَ، مالك میں یا مالِ، منصور میں یا منصُ، ھرقل میں یا ھرقِ۔

سوال: لغة من لا ینتظر کے مطابق کچھ مثالیں دیجئے؟

جواب: جعفر میں یا جعفُ، مالك میں یا مالُ، ھرقل میں یا ھرقُ یا منصور میں یا منصُ (اس صورت میں 'ص' پر جو ضمہ ہے وہ اصلی ضمہ نہیں بلکہ ترخیم کے بعد الگ سے لایا گیا ہے۔)

ترخیم کی قسمیں

سوال: ترخیم کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین: (۱) ایک حرف حذف ہو۔ (۲) دو حرف حذف ہوں۔ (۳) تین حرف حذف ہوں۔

سوال: دو حرف کب حذف ہوتے ہیں؟

جواب: اس کے لئے چار شرطیں ہیں۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: آخری حرف سے پہلے والا حرف زائد ہو۔

سوال: دوسری شرط؟

جواب: آخری حرف سے پہلے والا حرف، حرفِ علت ہو۔

سوال: تیسری شرط؟

جواب: وہ حرف ساکن ہو۔

سوال: چوتھی شرط؟

جواب: اس آخری حرف سے پہلے بھی تین یا تین سے زیادہ حروف ہوں۔

سوال: اس کی کچھ مثالیں دیجیے؟

جواب: سلمان میں یا سلمُ، منصور میں یا منصُ، مسکین (جبکہ یہ علم ہو) میں یا یا مسکُ

شعر (۹۱) یا مروُ، إن مطیتی محبوسة ترجو الحباء وربها لم ییأس

اصل میں یا مروان تھا۔

شعر (۹۲) قفی فانظری یا أسمُ هل تعرفینه؟

سوال: "مختار" میں ایک حرف حذف ہوگا یا دو؟

جواب: صرف ایک۔

سوال: اس سے دو حرف کیوں نہیں حذف ہوں گے جب کہ ماقبل حرف آخر، حرف علت بھی ہے۔ ساکن بھی ہے اور اس سے پہلے تین حروف بھی ہیں؟

جواب: اس لئے کہ وہ حرف علت زائد نہیں ہے، یعنی پہلی شرط مفقود ہے۔ کیوں کہ مختار کی اصل مختیَر یا مختیِر ہے، تو الف 'ی' سے بدلا ہوا ہے، اور 'ی' اصل ہے، اور اصل سے بدلا ہوا حرف بھی اصل کے ہی حکم میں ہوگا، اخفش نے اس کی اجازت دی ہے کہ اس سے الف کو بھی حذف کیا جاسکتا ہے یعنی دو حرف حذف کیے جاسکتے ہیں، جیسا کہ نحویین نے مرامی کے الف کو جو کہ اصلی ہے نسبت کرتے وقت حباری کے الف سے تشبیہ دے کر اس کو حذف کر دیا ہے۔

سوال: دُلا مص اگر علم ہو تو ترخیم کے موقع پر کتنے حرف حذف کر سکتے ہیں؟

جواب: ایک۔

سوال: دو کیوں نہیں؟

جواب: اس لئے کہ آخری حرف سے پہلے والا اگر چہ زائد ہے (زائد ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اہل عرب درع دلامص بھی کہتے ہیں اور درع دلاص بھی کہتے ہیں اگر میم زائد نہ ہوتی تو دلاص نہ کہتے) لیکن میم صحیح ہے، حرف علت نہیں۔

سوال: سعید، عماد اور ثمود میں کیا دو حرف حذف کر سکتے ہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ حرف علت سے پہلے تین حروف نہیں ہیں۔

سوال: سعید، عماد اور ثمود وغیرہ کے بارے میں ایک حرف حذف کرنے کی رائے کس کی ہے؟

جواب: امام سیبویہ کی۔

سوال: ان کی دلیل کیا ہے؟

جواب: شعر ؎ (۹۳) تنکرت منا بعد معرفة لمی

کہ لمیس سے صرف 'س' یعنی ایک حرف حذف کیا ہے۔

سوال: اس سلسلے میں امام فراء کی کیا رائے ہے؟

جواب: وہ دو حرف بھی حذف کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

سوال: ترخیم کی تیسری قسم یہ تھی کہ پورا کلمہ حذف ہو ایسا کب ہوتا ہے؟

جواب: یہ ترکیب مزجی میں ہوتا ہے، جیسے معدی کرب اور حضرموت میں کہیں گے، یا معدی، یا حضر۔

مستغاث کا بیان

سوال: مستغاث بہ کس کی قسم میں سے ہے؟

جواب: منادی کی۔

سوال: مستغاث بہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مستغاث بہ ہر اس اسم کو کہتے ہیں جس کو کسی مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے یا کسی پریشانی کو دور کرنے میں مدد کے لئے پکارا جائے۔

سوال: مستغاث بہ کے لئے حروف نداء میں سے کون سا حرف استعمال ہوتا ہے؟

جواب: اس کے لئے صرف یا استعمال ہوتا ہے۔

سوال: مستغاث بہ کا استعمال کس طرح ہوتا ہے؟

جواب: مستغاث بہ مجرور ہوتا ہے اور اس پر لام مفتوح داخل ہوتا ہے، جیسے حضرت عمر رضی اللہ کا قول ہے یا لله للمسلمین میں لله۔

سوال: مستغاث بہ کس سے متعلق ہوتا ہے؟

جواب: ابن جنی کے نزدیک ''یا'' حرف نداء سے متعلق ہوتا ہے کیوں کہ ''یا'' میں فعل کے معنی پائے جاتے ہیں،، اور ابن الصائغ اور ابن عصفور (سیبویہ کی طرف بھی اس قول کی نسبت کی جاتی ہے) کے نزدیک یہ ایک فعل محذوف کے متعلق ہوتا ہے۔ اور ابن خروف کہتے ہیں کہ ''ل'' زائدہ ہوتا ہے اس وجہ سے مستغاث بہ کسی سے متعلق نہیں ہوتا۔

سوال: مستغاث لہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس کے لئے مدد چاہی جاتی ہے اسے مستغاث لہ کہتے ہیں؟

سوال: مستغاث لہ کا استعمال کس طرح ہوتا ہے؟

جواب: یہ بھی ہمیشہ مجرور ہوتا ہے اور اس سے پہلے لام مجرور ہوتا ہے، جیسے یا لَلّٰہِ لِلمسلمین میں لِلمسلمین۔

سوال: مستغاث لہ کس سے متعلق ہوتا ہے؟

جواب: ایک فعل محذوف سے، تقدیر یوں ہوگی أدعو الله لِلمسلمین۔

سوال: اگر مستغاث بہ پر دوسرے مستغاث بہ کا عطف کر دیا جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: جس مستغاث بہ کا عطف کیا ہے اس کی دو صورتیں ہوں گی، یا تو اس پر بھی حرف نداء داخل ہوگا، یا اس پر حرف نداء داخل نہیں ہوگا۔

سوال: اگر اس پر حرف نداء داخل ہے تو؟

جواب: تو اس پر لام مفتوح آئے گا، جیسے

(۹۴) یا لَقومی ویا لَأمثال قومی لأناس عتوھم فی ازدیاد

سوال: اور اگر حرف نداء نہیں ہے تو؟

جواب: تو اس پر جو لام ہے وہ مکسور ہوگا۔ جیسے

(۹۵) یبکیك ناءٍ بعید الدار مغتربٌ یا لَلکھول ولِلشبان للعجب

سوال: مستغاث بہ کے کل کتنے استعمال ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: کون کون سے؟

جواب: پہلا تو اوپر گذر چکا کہ اس پر لام مفتوح داخل کر کے اسے مجرور استعمال کیا جائے۔

سوال: دوسرا استعمال کیا ہے؟

جواب: مستغاث بہ کا دوسرا استعمال یہ ہے کہ اس کے آخر میں ''الف'' لگا دیا جائے، اس صورت میں شروع میں لام مفتوح نہیں آئے گا۔ جیسے شعر

(۹۶) یا یزیدا لآمل نیل عزّ وغنیً بعد فاقة وھوان

سوال: اور تیسرا استعمال کیا ہے؟

جواب: نہ آخر میں ''الف'' لگایا جائے اور نہ شروع میں لام مفتوح لایا جائے۔

سوال: اس صورت میں اس کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس صورت میں اس کا حکم عام منادی کی طرح ہوگا۔ کہا جائے گا یا زید لعمرو اور یا عبداللہ لزید زید کو پیش اور عبداللہ کو نصب دے کر جیسا کہ منادی میں ہوتا ہے۔

(۹۷) ألا یا قومُ للعجب العجیب وللغفلات تعرض للأریب

مندوب کا بیان

سوال: مندوب کس کی قسم ہے؟

جواب: یہ بھی منادی کی قسم ہے۔

سوال: مندوب کسے کہتے ہیں؟

جواب: مندوب اس منادی کو کہتے ہیں جس پر یا جس سے غم کا اظہار کیا جائے، جس پر غم کا اظہار کیا جائے اس کی مثال شعر ؎

(۹۸) حملت أمراً عظيماً فاصطبرت له وقمت فيه بأمر الله يا عمرا

اور جس سے غم کا اظہار کیا جائے اس کی مثال: شعر ؎

(۹۹) واحرّ قلباه ممن قلبه شبم ومن بجسمي وحالي عنده سقم

سوال: جس پر غم کا اظہار کیا جائے اور جس سے غم کا اظہار کیا جائے دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: جس پر غم کا اظہار کیا جائے اس کا تعلق عدم سے ہوتا ہے، یعنی کوئی محبوب چیز تھی اب وہ ضائع ہوگئی، تو اس پر غم کا اظہار کیا جارہا ہے، جیسے شعر ۹۸، اور جس سے غم کا اظہار کیا جائے اس کا تعلق وجود سے ہوتا ہے یعنی ایک چیز موجود ہے اس پر غم کا اظہار کیا جارہا ہے، جیسے وا قلباه۔

سوال: مندوب کے لئے حروف نداء میں سے کون سے حروف استعمال ہوتے ہیں؟

جواب: دو: ''واؤ'' اور زیادہ تر یہی استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال مندوب ہی کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا حرف ''یا'' ہے، اس کا استعمال مندوب کے لئے اس وقت ہوتا ہے جب منادی سے التباس کا خوف نہ ہو۔

سوال: مندوب کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا حکم منادی ہی کی طرح ہوتا ہے۔ آپ کہیں گے، وا زید، وا عبدالله اس کے آ[خر] میں الف لگانے کی اجازت ہے، جیسے وا زیدا، واعمرا، اور اسی طرح الف کے آخر میں 'ہ' بھی لگا سکتے ہیں۔ جیسے وا زیداه، وا عمراه.

سوال: وصل کرتے وقت اس ''ھاء'' کا حکم کیا ہے؟

جواب: وصل کرتے وقت اسے حذف کر دیتے ہیں؛ لیکن ضرورت شعری کی وجہ سے باقی بھی رکھ سکتے ہیں، جیسے شعر ۹۹ رمیں ہے، اور اس ھاء وقف کو ضمیر سے مشابہت کی وجہ سے ضمہ دینا بھی جائز ہے، اور التقاء ساکنین سے کسرہ بھی دیا جاسکتا ہے۔

مفعول مطلق کا بیان

سوال: مفعول مطلق کسے کہتے ہیں۔

جواب: مفعول مطلق ایسے لفظ کو کہتے ہیں جو مصدر ہو، فضلہ ہو، اس سے پہلے اسی کے لفظ یا اس کے معنی کا عامل ہو۔ لفظ کی مثال وکلم الله موسی تکلیماً اور معنی کی مثال قعدت جلوساً، تألیت حلفةً. شعر ۔

(۱۰۰) تألی ابن أوس حلفة لیردنی　　إلی نسوة کأنهن مفائد

سوال: کیا کلامك كلام حسن میں دوسرا کلام مفعول مطلق ہے؟

جواب: اگرچہ یہ مصدر ہے اور اس سے پہلے اسی کے لفظ کا عامل بھی ہے، یعنی پہلا ''کلام'' جو مبتدا ہے اور مبتدا اپنی خبر کا عامل ہوتا ہے؛ لیکن پھر بھی یہ مفعول مطلق نہیں: کیوں یہ فضلہ نہیں ہے: بلکہ ''کلام'' کی خبر ہے۔

سوال: کیا جد جده میں جده مفعول مطلق ہے، کہ یہ مصدر بھی ہے اور اسی کے لفظ کا جدّ عامل بھی ہے؟

جواب: نہیں: کیوں کہ یہ بھی فضلہ نہیں ہے؛ بلکہ جملہ کا جز یعنی فاعل ہے۔

سوال: مفعول مطلق اصلاً تو مصدر ہی ہوتا ہے؛ لیکن کچھ چیزیں مصدر کی نائب ہو جاتی ہیں اور ان کو مفعول مطلق بنادیا جاتا ہے وہ کیا ہیں؟

جواب: وہ تین ہیں: (۱) جیسے: کل اور بعض، جب کہ یہ دونوں مصدر کی طرف مضاف ہوں، مثلاً: فلا تمیلوا کل المیل۔ ولو تقوّل علینا بعض الأقاویل۔ (۲) عدد کو بھی مصدر کا نائب بنادیا جاتا ہے، جیسے فاجلدوهم ثمانین جلدة. تو ثمانین مفعول مطلق ہے۔ (۳) اسی طرح اسماء آلات کو بھی مفعول مطلق بنادیا جاتا ہے، جیسے ضربته سوطاً، ضربته عصاً، ضربته مقرعةً۔

سوال: کیا مصدر کی صفت مصدر کی نائب ہو سکتی ہے؟

جواب: نہیں، معربین کا اس میں اختلاف ہے۔

سوال: معربین کسے کہتے ہیں؟

جواب: معربین قرآن کی نحوی ترکیب کرنے والوں کو کہتے ہیں۔

سوال: معربین کی کیا دلیل ہے؟

جواب: ان کی دلیل یہ آیت ہے: وكلا منها رغداً، یہ لوگ کہتے ہیں کہ اصل میں أكلاً رغداً تھا اور أكلاً مفعول مطلق تھا؛ لیکن اسے حذف کر کے اس کی صفت رغداً کو اس کے قائم مقام بنا

دیا گیا، چنانچہ جس طرح پہلے موصوف مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب تھا، اب اسی وجہ سے اس کی صفت منصوب ہے۔

سوال: جمہور نے اس کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: جمہور کی طرف سے سیبویہ نے یہ جواب دیا ہے کہ "رغدا" أکلاً کی صفت نہیں ؛ بلکہ حال ہے، "کُلا" کے اندر جو أکل کا مفہوم ہے وہ ذوالحال ہے۔ اور تقدیر یہ ہے فکلا حالة کون الأکل رغداً۔

سوال: سیبویہ نے رغداً کے حال ہونے کی کیا دلیل دی ہے؟

جواب: سیبویہ نے دلیل یہ دی ہے کہ اہل عرب ایک جملہ بولتے ہیں "سیر علیه طویلا" تو جار مجرور کو نائب فاعل بناتے ہیں، طویلاً کو نہیں بناتے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ "طویلا" حال ہوتا ہے؛ کیوں کہ اگر یہ مصدر (مفعول مطلق) ہوتا تو جار مجرور کی جگہ اسے نائب فاعل بنایا جاتا، اس لئے کہ بالاتفاق "مصدر" (یعنی مفعول مطلق) نائب فاعل بن سکتا ہے، لہذا جس طرح طویلاً اس مثال میں حال ہے اسی طرح اوپر والی آیت میں "رغداً" حال ہے نہ کہ مصدر کی صفت، جسے مصدر کی جگہ رکھا جاسکے۔

مفعول لہ کا بیان

سوال: مفعول لہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مفعول لہ ہر اس مصدر کو کہتے ہیں جو فعل کے واقع ہونے کا سبب بتائے، اور مصدر و فعل کا فاعل ایک ہو۔ جیسے یجعلون أصابعهم فی آذانهم من الصواعق حذر الموت تو حذر مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

سوال: مذکورہ آیت میں 'حذر' مفعول لہ کیوں ہے؟

جواب: اس لئے کہ اس میں ساری شرائط پائی جارہی ہیں، وہ جعل الاصابع کی علت بھی ہے، اور دونوں کا زمانہ بھی ایک ہے اور دونوں کا فاعل بھی ایک ہی ہے۔

سوال: مفعول لہ کے اور کیا کیا نام ہیں؟

جواب: مفعول لاجلہ، اور مفعول من اجلہ۔

سوال: هو الذی خلق لکم ما فی الأرض میں کیا "کم" مفعول لہ ہے؛ کیوں کہ خلق کی

علت یہی مخاطبین تو ہیں؟

جواب: خلق کی علت مخاطبین تو ہیں جن کے لئے "کم" لایا گیا ہے؛ لیکن یہ مفعول لہ نہیں، کیوں کہ یہ مصدر نہیں، اسی وجہ سے منصوب نہیں؛ بلکہ "لام" کی وجہ سے مجرور ہے۔

سوال: امرؤالقیس کے شعر:

ولو أن ما أسعى لأدنى معيشة كفاني ولم أطلب قليل من المال

میں کیا "أدنى" مفعول لہ ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ یہ بھی مصدر نہیں، اسی لیے لام کی وجہ سے مجرور ہے۔

سوال: کیا (۱۰۱) فجئت وقد نضت لنوم ثيابها لدى الستر إلا لبسة المتفضل

میں نوم مفعول لہ ہے؛ کیوں کہ "خلع ثوب" کی علت نوم ہی ہے؟

جواب: نوم کپڑے اتارنے کی علت تو ہے؛ لیکن پھر بھی مفعول لہ نہیں؛ کیوں کہ "نوم" اور خلع ثوب کا زمانہ ایک نہیں ہے، پہلے کپڑے اتارے جاتے ہیں، اس کے بعد سویا جاتا ہے، اسی وجہ سے "نوم" پر لام داخل کیا گیا ہے۔

سوال: کیا شعر ؎

(۱۰۲) وإني لتعروني لذكراك هزة كما انتفض العصفور بلله القطر

میں "ذکری" مفعول لہ ہے، کیوں کہ اس کا اور کپکپی طاری ہونے کا زمانہ ایک ہی ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ دونوں کا فاعل الگ الگ ہے، "تعرو" کا فاعل "هزة" ہے اور "ذكرى" کا فاعل یاء متکلم ہے۔ اس لئے کہ معنی ہیں لذكري إياك۔ اسی وجہ سے اس پر لام داخل کیا گیا ہے۔

سوال: والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة میں ترکبوھا کو مفعول لہ کیوں نہیں بنایا گیا؟

جواب: اس لئے کہ دونوں کا فاعل الگ الگ ہے، خلق کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ اور ترکبوا کا فاعل بنی آدم ہیں۔

سوال: اس آیت میں 'زینة' منصوب کیوں ہے؟

جواب: یہ مفعول لہ ہے: اس لئے کہ اس میں تمام شرائط پائی جارہی ہیں، یہ خلق کی علت بھی ہے، دونوں کا زمانہ بھی ایک ہے، اور دونوں کا فاعل بھی ایک ہی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ۔

مفعول فیہ کا بیان

سوال: مفعول فیہ کا دوسرا نام کیا ہے؟

جواب: ظرف۔

سوال: مفعول فیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مفعول فیہ ہر وہ اسم زمان یا مکان ہوتا ہے جس سے پہلے ایسا عامل ہو جو فــی کے معنی میں ہو، جیسے صمت یوم الخمیس اور جلست أمامك۔

سوال: إنا نخاف من ربنا یوماً عبوساً قمطریراً میں ''یوماً'' مفعول فیہ ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں اگر چہ یہ زمان تو ہے؛ لیکن ''فــی'' کے معنی میں نہیں ہے؛ بلکہ یہ مفعول بہ ہے، اس لئے کہ مقصود اس دن سے ڈرنا ہے نہ کہ اس دن میں ڈرنا، یعنی ہم اس دن سے ڈر رہے ہیں کہ وہ آئے، نہ یہ کہ اس دن میں ڈر رہے ہیں۔

سوال: الله أعلم حیث یجعل رسالته میں "حیث" مفعول فیہ ہے؟

جواب: نہیں؛ بلکہ مفعول بہ ہے، اس لئے کہ اگر چہ یہ ظرف تو ہے؛ لیکن فی کے معنی میں نہیں؛ کیوں کہ یہاں بھی مقصود یہ نہیں کہ اس جگہ میں جانتا ہے بلکہ مقصود ہے کہ اس جگہ کو جانتا ہے، جہاں رسالت رکھے۔

سوال: ''حیث'' کا عامل کیا ہے؟ یعنی یہ کس کا مفعول بہ ہے؟

جواب: یہاں یعلم محذوف ہے۔ اور حذف اس وجہ سے کر دیا گیا کہ 'أعلم' اس پر دلالت کر رہا ہے، تقدیر یہ ہے: الله أعلم، یعلم حیث یجعل رسالته۔

سوال: کیا ترغبون أن تنکحوهن میں "أن تنکحوهن" مفعول فیہ ہے؟ کیوں کہ یہ تو فی کے معنی میں بھی ہے؟

جواب: نہیں، یہ فی کے معنی میں تو ہے؛ لیکن یہ ظرف نہیں، یعنی زمان یا مکان میں سے نہیں ہے۔

اسماء زمان و مکان کا حکم

سوال: اسماء زمان کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین: (۱) خاص (۲) معدود (۳) مبہم۔

سوال: خاص سے کیا مراد ہے؟

جواب: خاص سے مراد جو "متی" کا جواب بن سکے جیسے "یوم الخمیس"۔

سوال: معدود کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو "کم" کا جواب بن سکے، جیسے: أسبوع، شهر، حول۔

سوال: مبہم سے کیا مراد ہے؟

جواب: جو نہ متی کا جواب بن سکے اور نہ کم کا جیسے حین، وقت۔

سوال: کیا یہ تینوں طرح کے اسماءِ زمان مفعول فیہ بن سکتے ہیں؟

جواب: ہاں، تینوں طرح کے اسماءِ زمان مفعول فیہ بن سکتے ہیں۔

سوال: اسماءِ مکان کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: محدود اور مبہم۔

سوال: محدود سے کیا مراد ہے؟

جواب: جس کی کوئی حد متعین ہو، جیسے گھر، مسجد، مدرسہ۔

سوال: مبہم سے کیا مراد ہے؟

جواب: جس کی کوئی حد متعین نہ ہو جیسے آگے، پیچھے۔

سوال: اسماءِ مکان میں سے دونوں طرح کے اسماء مفعول فیہ بن سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اسماءِ مکان میں سے صرف مبہم اسماء مفعول فیہ بن سکتے ہیں محدود نہیں۔

سوال: اسماءِ مبہم کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: اسماءِ جہات ستہ، یعنی فوق، تحت، أعلى، أسفل، يمين، شمال، ذات الشمال، وراء، اور أمام۔ قرآن میں ہے: وفوق كل ذی علم عليم، قد جعل ربك تحتك سرياً، والركب أسفل منكم، وترى الشمس إذا طلعت تزاور عن كهفهم ذات اليمين وإذا غربت تقرضهم ذات الشمال، وكان وراء هم ملك۔

سوال: اسماءِ جہات سے کسے ملحق کیا گیا ہے؟

جواب: جو مبہم ہونے میں اسماءِ جہات کی طرح ہوں جیسے عند، اور لدیٰ۔

سوال: اسماءِ مبہم کی دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: متعین مقدار و مسافت پر دلالت کرنے والے اسماء، جیسے فرسخ، میل، برید۔

سوال: تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: وہ اسماء مکان جو اپنے عامل کے مصدر سے بنائے گئے ہوں جیسے جلست مجلس زید، مجلس جلوس سے بنایا گیا ہے اور جلوس جلس کا مصدر ہے۔ قرآن میں ہے: و أنا کنا نقعد منها مقاعد للسمع۔

سوال: کیا ذهبت مجلس زید کہنا صحیح ہے اور کیا یہ مفعول فیہ ہے؟

جواب: نہیں؛ اس لئے کہ مجلس؛ 'ذهب' عامل کے مصدر سے نہیں بنایا گیا ہے۔

سوال: کیا جلست مذهب عمرو صحیح ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس میں بھی وہی خرابی ہے جو اوپر والے جملے میں ہے۔

مفعول معہ کا بیان

سوال: مفعول معہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مفعول معہ وہ اسم ہے جو فضلہ ہو، اور ایسے واؤ کے بعد ہو جو صراحۃ ''مع'' کے معنی دے رہا ہو، اس سے پہلے ایک فعل ہو یا ایسا کلمہ ہو جس میں فعل کے معنی اور اس کے حروف ہوں، جیسے سرت والنیل اور أنا سائر والنیل۔

سوال: کیا لا تأکل السمك وتشرب اللبن میں ''تشرب'' مفعول معہ ہے؛ کیوں کہ یہ بھی تو واؤ بمعنی مع کے بعد واقع ہے؟

جواب: یہ مفعول معہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ اسم نہیں فعل ہے اور مفعول معہ اسم ہوتا ہے۔

سوال: کیا جاء زید والشمس طالعة میں شمس مفعول معہ ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اگرچہ اس میں مع کے معنی پائے جا رہے ہیں؛ لیکن یہ اسم نہیں بلکہ الشمس طالعة پورا جملہ ہے۔

سوال: کیا اشترك زید و عمرو میں عمرو مفعول معہ ہے؛ کیوں کہ یہ بھی تو واؤ بمعنی مع کے بعد ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ یہ فضلہ نہیں؛ بلکہ عمدہ ہے، اس لئے کہ فعل اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، اسی وجہ سے اشترك زید کہنا صحیح نہیں؛ کیوں کہ شرکت کم از کم ''دو'' کو چاہتی ہے۔

سوال: کیا جاء زید مع عمرو میں 'عمرو' مفعول معہ ہے؛ کیوں کہ یہاں مع کے معنی پائے

جا رہے ہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ مع کے معنی تو پائے جا رہے ہیں؛ لیکن ’عمرو‘ واؤ کے بعد نہیں؛ بلکہ مع کے بعد ہے۔

سوال: کیا بعتك الدار بأثاثها میں ’’أثاث‘‘ مفعول معہ ہے، کہ یہاں ’’ب‘‘ مع کے معنی میں ہے؟

جواب: نہیں، کیوں کہ ’’أثاث‘‘ سے پہلے ’’ب‘‘ ہے، واؤ نہیں۔

سوال: کیا جاء زید و عمرو میں عمرو مفعول معہ ہے؛ کیوں کہ یہ تو عمدہ بھی نہیں اس لئے کہ اس کے بغیر بھی صرف جاء زید کہنا صحیح ہو سکتا ہے؟

جواب: یہ بھی مفعول معہ نہیں؛ کیوں کہ ’’واؤ‘‘ یہاں صراحۃ ’’مع‘‘ کے معنی پر دلالت نہیں کر رہا ہے؛ بلکہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ محض عطف مقصود ہو، معیت مقصود نہ ہو، اور مفعول معہ ہونے کے لئے شرط ہے کہ واؤ صراحۃً مع کے معنی پر دلالت کر رہا ہو، دوسرے معنی کا اس میں احتمال نہ ہو۔

سوال: مفعول معہ کی شرط کیا ہے؟

جواب: یہ کہ اس سے پہلے فعل ہو، جیسے سرت والنیل۔ اور فأجمعوا أمرکم و شرکائکم، یا ایسا کلمہ ہو جس میں فعل کے معنی اور اس کے حروف ہوں جیسے أنا سائر والنیل۔

سوال: کیا کل رجل وضیعته میں ضیعة پر نصب پڑھنا جائز ہے؟ اور کیا یہ مفعول معہ ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس سے پہلے نہ فعل ہے اور نہ فعل جیسا کوئی کلمہ ہے، اسی وجہ سے یہ مفعول معہ نہیں ہے اور اس پر نصب پڑھنا غلط ہے۔

سوال: کیا اس طرح کے جملوں میں کسی نے بھی نصب پڑھنے کی اجازت نہیں دی؟

جواب: صرف صمیری نے اجازت دی ہے، باقی تمام نے منع کیا ہے۔

سوال: کیا هذا لك و أباك یعنی ’’أبا‘‘ کے نصب کے ساتھ کہنا صحیح ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس میں فعل یعنی ’أشیر‘ کے معنی تو ہیں کہ اسم اشارہ میں أشیر کے معنی ہوتے ہیں؛ لیکن فعل کے حروف نہیں، اس لئے یہ مفعول معہ نہیں ہے۔

سوال: کل ملا کر اس اسم کی کتنی حالتیں ہیں جو ایسے واؤ کے بعد آئے جس سے پہلے فعل یا فعل جیسا کلمہ ہو؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی حالت کیا ہے؟

جواب: پہلی حالت یہ ہے کہ ’’واؤ‘‘ کے بعد والے اسم کو مفعول معہ بنا کر نصب دینا واجب ہو۔

سوال: ایسا کب ہوگا؟

جواب: جب کسی معنوی یا فنی (ترکیبی) رکاوٹ کی وجہ سے عطف کرنا ممتنع ہو۔

سوال: معنوی رکاوٹ کی وجہ سے عطف کرنا کس طرح ممنوع ہوگا؟

جواب: جیسے لا تنہ عن القبیح وإتیانہ کہ یہاں اتیان کو مفعول معہ کی وجہ سے نصب دینا ہی واجب ہے، اس کا قبیح پر عطف نہیں کرسکتے؛ اس لئے کہ عطف کرنے کی صورت میں معنی بدل جائیں گے، فی الحال معنی یہ ہیں کہ برائی کرنے کے ساتھ برائی سے نہ روکو۔ اور عطف کرنے کی صورت میں معنی ہو جائیں گے کہ نہ برائی سے روکو اور نہ برائی کرنے سے روکو۔ اس طرح اس میں تناقض پیدا ہو جائے گا۔

سوال: فنی (ترکیبی) رکاوٹ کی وجہ سے عطف کرنا کس طرح ممنوع ہوگا؟

جواب: جیسے قمت و زیداً، یہاں ''زیداً'' کا قمت کی ''ت'' پر عطف کرنا فنی اعتبار سے منع ہے؛ کیوں کہ ضمیر متصل پر عطف کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کی تاکید کے لئے ضمیر منفصل لائی جائے، جیسے لقد کنتم أنتم وآباؤکم فی ضلال مبین میں کنتم پر عطف کرنے لیے 'أنتم' ضمیر منفصل لے کر آئے۔ اور زیر بحث جملہ میں ضمیر منفصل موجود نہیں، اس لیے عطف کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: کیا قرأت بك وزیداً میں 'زیداً' کا 'بك' کی ''ك'' پر عطف کرنا صحیح ہوسکتا ہے؟

جواب: نہیں؛ اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ مجرور ضمیر پر عطف کرنے کے لئے حرف جار کا اعادہ ضروری ہے جیسے وعلیھا وعلی الفلك تحملون میں ہے کہ ''ھا'' پر عطف کرنے کے لئے ''الفلك'' پر حرف جار دوبارہ لائے۔ اور چونکہ مذکورہ مثال میں حرف جار کا اعادہ ہے نہیں، اس لئے عطف کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

سوال: کیا کچھ نحوی ایسے بھی ہیں جو ضمیر متصل پر عطف کرنے کے لئے ضمیر منفصل لانے کی شرط نہیں لگاتے ہیں؟

جواب: ہاں، کچھ نحوی شرط نہیں لگاتے ہیں۔

سوال: کیا کچھ نحوی ایسے بھی ہیں جو ضمیر مجرور پر عطف کرنے کے لئے حرف جار دوبارہ لانے کی شرط نہیں لگاتے ہیں؟

جواب: ہاں۔

سوال: جونحوی یہ دونوں شرطیں نہیں لگاتے ہیں، ان کے نزدیک قمت و زیداً اور مررت بك وزیداً میں عطف کرنا بھی صحیح ہوگا؟

جواب: ہاں، ان حضرات کے نزدیک اس طرح کی مثالوں میں عطف کرنا صحیح ہوگا۔

سوال: واؤ کے بعد آنے والے اسم کی دوسری حالت کیا ہے؟

جواب: عطف کرنا بھی صحیح ہو اور مفعول معہ بنانا بھی صحیح ہو؛ لیکن مفعول معہ بنانا راجح ہو، جیسے کن أنت وزیداً کالأخ۔

سوال: کن أنت و زیداً کالأخ میں مفعول معہ بنانا کیوں راجح ہے؟

جواب: اس مثال میں دو صورتیں ہوسکتی ہیں: عطف کرنا اور مفعول معہ بنانا۔ مفعول معہ بنانا اس وجہ سے راجح ہے کہ عطف کرنے کی صورت میں معمولی سی خرابی پیدا ہوسکتی ہے اور وہ یہ کہ اگر عطف کیا جائے گا تو لازمی طور پر یہ مطلب نکلے گا کہ آپ جس طرح اپنے مخاطب کو حکم دے رہے ہیں اسی طرح زید کو بھی حکم دے رہے ہیں، حالانکہ ہوسکتا ہے کہ اس جملے کے ذریعہ آپ صرف اپنے مخاطب کو حکم دینا چاہ رہے ہوں، زید کو نہیں۔

سوال: (۱۰۳) فکونوا أنتم وبنی أبیکم مکان الکلیتین من الطحال

میں عطف کرنا بہتر ہے یا مفعول معہ بنانا؟

جواب: مفعول معہ بنانا۔ وجہ وہی ہے جو مذکورہ بالا مثال میں گذری۔

سوال: کن أنت وزیداً کالأخ جیسی مثالوں میں مفعول معہ کے بعد واقع ہونے والے اسم کو صرف اپنے ماقبل کے اعتبار سے لایا جائے گا یا "واؤ" سے پہلے اور "واؤ" کے بعد والے دونوں کے اعتبار سے، یعنی کن أنت وزیداً کالأخ 'میں' أخ 'صرف' زید 'کے اعتبار سے واحد لایا جائے گا یا زید اور أنت دونوں کے اعتبار سے تثنیہ کالأخوین کہا جائے گا؟

جواب: اس سلسلے میں اخفش اور جمہور نحویین کا اختلاف ہے۔

سوال: اخفش کیا کہتے ہیں؟

جواب: اخفش کہتے ہیں دونوں کے اعتبار سے تثنیہ لایا جائے گا جیسا کہ عطف کے موقع پر ہوتا ہے۔ جب کہ جمہور نحویین کہتے ہیں کہ صرف ماقبل کے اعتبار سے واحد لایا جائے گا، اسی وجہ سے کن أنت وزیداً کالأخ کہا جاتا ہے کالأخوین نہیں کہا جاتا۔ جمہور میں ابن کیسان نیز سماع اور قیاس سے بھی ان ... اور ان کی بات ہی زیادہ بہتر ہے،

کی تائید ہوتی ہے۔

سوال: واو کے بعد آنے والے اسم کی تیسری حالت کیا ہے؟

جواب: تیسری حالت یہ ہے کہ عطف کرنا راجح ہو اور مفعول معہ بنانا ضعیف ہو۔

سوال: عطف کرنا کب راجح ہوگا؟

جواب: جب لفظی یا معنوی کسی خرابی کے بغیر عطف کرنا ممکن ہو سکے جیسے: قام زید و عمرو۔

سوال: اس طرح کی مثالوں میں عطف کرنا کیوں راجح ہوتا ہے؟

جواب: اس وجہ سے کہ عطف کرنا ہی اصل ہوتا ہے۔ عطف اس وقت ترک کیا جاتا ہے جب دوسری بات کے لئے کوئی وجہِ ترجیح ہو، اور یہاں ایسا ہے نہیں۔

حال کا بیان

سوال: حال کسے کہتے ہیں؟

جواب: حال ایسے معنی دار کلمہ کو کہتے ہیں جس کے اندر تین شرطیں پائی جائیں: (۱) ایک یہ کہ وہ صفتی صیغہ یعنی مشتق ہو۔ (۲) دوسرے یہ کہ فضلہ ہو (۳) تیسرے یہ کہ کیف کے جواب میں آسکتا ہو۔ جیسے ضربت اللص مکتوفاً۔

سوال: فانفروا ثبات میں ثبات حال ہے باجود یہ کہ یہ صفتی صیغہ نہیں ہے، ایسا کیوں؟

جواب: ''ثبات'' اگرچہ صفتی صیغہ نہیں ہے؛ لیکن چونکہ یہ ''متفرقین'' کے معنی میں ہے، اس اعتبار سے تقدیراً صفتی صیغہ ہوا، اسی وجہ سے اسے حال بنایا گیا۔

سوال: ولا تمش فی الأرض مرحا میں ''مرحاً'' اور شعر

(۱۰۴) لیس من مات فاستراح بمیت إنما المیت میت الأحیاء

إنما المیت من یعیش کئیباً کاسفاً بالہ قلیل الرجاء

میں کئیباً دونوں فضلہ نہیں ہیں؛ کیوں کہ اگر ان دونوں کو ہٹا دیا جائے تو معنی بگڑ جائیں گے؛ لیکن اس کے باوجود یہ حال بن گئے ہیں، ایسا کیوں؟

جواب: فضلہ کی تعریف یہ نہیں کہ اس سے استغناء صحیح نہ ہو اور اسے حذف کر کے معنی بگڑ جاتے ہوں؛ بلکہ فضلہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلمہ جو جملہ مکمل ہونے کے بعد آئے، لہذا اس اعتبار سے مرحاً اور کئیباً دونوں فضلہ ہی ہیں؛ کیوں کہ ان سے پہلے ہی جملہ مکمل ہو چکا ہے۔

سوال: ولا تعثوا فی الأرض مفسدین میں مفسدین کیف کے جواب میں واقع نہیں ہوسکتا۔اس کے باوجود بھی یہ حال ہے، ایسا کیوں؟

جواب: حال دوطرح کا ہوتا ہے: حال مؤکدہ اور حال مبینہ۔کیف کے جواب میں واقع ہونے کی شرط حال مبینہ کی ہے نہ کہ حال مؤکدہ کی۔اور آیت میں مفسدین حال مؤکدہ ہے۔

سوال: حال مبینہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: حال مبینہ اس حال کو کہتے ہیں جس کے بغیر جملہ کے معنی پورے نہ ہوں، جیسے جاء خالد راکباً میں راکباً۔

سوال: حال مؤکدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: حال مؤکدہ اس حال کو کہتے ہیں جس کے بغیر بھی جملے کے معنی پورے ہوجائیں اور وہ صرف تاکید کے لئے آیا ہو جیسے ولا تعثوا فی الأرض مفسدین، کہ مفسدین کے بغیر بھی جملے کا مفہوم واضح ہے۔

سوال: حال کی کیا شرط ہے؟

جواب: حال کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔

سوال: اگر کہیں معرفہ بھی حال بنا ہو تو کیا کہا جائے گا؟

جواب: اس کی تاویل کرنا ضروری ہوگا۔

سوال: ادخلوا الاول فالاول، أرسلها العراك اور لیخرجن الأعز منها الأذل میں تینوں حال معرفہ ہیں، جب کہ حال تو نکرہ ہوتا ہے؟

جواب: جیسا کہ گذرا کہ حال نکرہ ہی ہوتا ہے، اگر کہیں معرفہ نظر آئے تو نکرہ سے اس کی تاویل کی جائے گی، چنانچہ یہاں تینوں جگہ الف لام کو زائدہ مانا جائے گا۔

سوال: اجتهد وحدك میں الف لام بھی نہیں؛ بلکہ یہ اضافت کی وجہ سے معرفہ ہے اور حال ہے تو اس کی کیا تاویل کی جائے گی؟

جواب: 'وحدك' کی تاویل کسی ایسے لفظ سے کی جائے گی جس میں اضافت نہ ہو، چنانچہ 'وحدك' کی تاویل 'منفردا' سے کی جائے گی۔اور تقدیر ہوگی اجتهد منفردا۔

سوال: ذوالحال کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: ذوالحال میں چار چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا پایا جانا ضروری ہے۔

سوال: پہلی چیز کیا ہے؟

جواب: ذوالحال یا تو معرفہ ہوگا جیسے خشعاً أبصارهم يخرجون میں یخرجون میں جو ضمیر ہے، وہ ذوالحال ہے اور ضمیر سب سے زیادہ معرفہ ہوتی ہے، اور خشعاً حال ہے۔

سوال: دوسری چیز کیا ہے؟

جواب: (اگر ذوالحال معرفہ نہ ہوتو) ایسا نکرہ ہوگا جس کی تخصیص ہوگئی ہو۔ جیسے في أربعة أيام سواء للسائلين میں سواء حال ہے اور أربعة ذوالحال ہے۔ اگر چہ یہ نکرہ ہے؛ لیکن اضافت کی وجہ سے اس کی تخصیص ہوگئی ہے۔

سوال: تیسری چیز کیا ہے؟

جواب: (ذوالحال معرفہ بھی نہ ہو، نکرہ بھی نہ ہوتو) عام ہوگا۔ جیسے وما أهلكنا من قرية إلا لها منذرون میں "لها منذرون" پورا جملہ حال ہے اور قرية ذوالحال ہے، اگر چہ یہ نکرہ عام ہے؛ لیکن چونکہ نفی کے سیاق میں واقع ہونے کی وجہ یہ عام ہوگیا ہے، اس لیے ذوالحال بن گیا ہے۔

سوال: چوتھی چیز کیا ہے؟

جواب: (اگر اوپر کی تینوں چیزوں میں سے کوئی نہ ہو اور ذوالحال نکرہ ہوتو) وہ حال سے مؤخر ہوگا جیسے شعر ؎ (۱۰۵) لمية موحش طلل يلوح كأنه خلل

میں موحشاً حال ہے اور طلل ذوالحال، طلل اگر چہ نکرہ ہے؛ لیکن حال سے مؤخر ہونے کی وجہ سے ذوالحال بن گیا ہے۔

تمیز کا بیان

سوال: تمیز کسے کہتے ہیں؟

جواب: تمیز وہ ہے جس میں پانچ چیزیں جمع ہوں: ایک یہ کہ وہ اسم ہو، دوسرے یہ کہ فضلہ ہو، تیسرے یہ کہ نکرہ ہو، چوتھے یہ کہ جامد ہو، پانچویں یہ کہ ذوات میں جو ابہام ہے اس کی تفسیر کر رہی ہو۔

سوال: حال اور تمیز کتنی اور کون سی چیزوں میں مشترک ہوتے ہیں؟

جواب: تین میں: (۱) حال بھی اسم ہوتا ہے اور تمیز بھی۔ (۲) حال بھی فضلہ ہوتا ہے تمیز بھی۔ (۳) حال بھی نکرہ ہوتا ہے تمیز بھی۔

سوال: حال اور تمیز کتنی باتوں میں مختلف ہوتے ہیں؟

جواب: دو میں: (۱) حال ثبت کی وضاحت کرتا ہے اور تمیز ذوات کے ابہام کو دور کرتی ہے (۲) حال مشتق ہوتا ہے اور تمیز جامد ہوتی ہے۔

سوال: تمیز کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: تمیز مفرد اور تمیز نسبتی۔ (تمیز نسبتی کو تمیز جملہ بھی کہا جاتا ہے)۔

سوال: تمیز مفرد کتنی جگہوں کے بعد آتی ہے؟

جواب: تمیز مفرد چار جگہوں کے بعد آتی ہے۔

سوال: پہلی جگہ کیا ہے جس کے بعد تمیز مفرد آتی ہے؟

جواب: مقادیر کے بعد۔

سوال: مقادیر کا اطلاق کن چیزوں پر ہوتا ہے؟

جواب: تین چیزوں پر: (۱) مساحات یعنی پیمائش کے آلات جیسے جريب نخلا (۲) کیل یعنی ناپنے کی چیزیں، جیسے صاع تمراً، اور (۳) وزن کرنے کی چیزیں، جیسے: منوان عسلاً۔

سوال: دوسری جگہ کیا ہے جس کے بعد تمیز مفرد آتی ہے۔

جواب: عدد کے بعد جیسے أحد عشر درهماً۔ قرآن میں ہے إني رأيت أحد عشر كوكباً، إن هذا أخي له تسع وتسعون نعجة۔ حدیث میں ہے، إن لله تسعة وتسعين اسماً۔

سوال: کیا عدد بھی مقادیر میں سے ہے؟

جواب: نہیں۔ اکثر محققین کا یہی قول ہے۔

سوال: اس کی کیا دلیل ہے کہ عدد مقادیر میں سے نہیں ہے؟

جواب: اس کی دلیل یہ ہے کہ مقادیر سے اس کی حقیقت مراد نہیں ہوتی؛ بلکہ اس کی تعداد بتانا مقصود ہوتا ہے، یعنی وہ پیمانہ خود مراد نہیں ہوتا؛ بلکہ پیمانہ کے اندر جو چیز ہوتی ہے اس کی تعداد و مقدار مراد ہوتی ہے۔ اس لئے تعداد کی اضافت مقادیر کی طرف صحیح ہوتی ہے جیسے عندي مقدار رطل زيتاً؛ لیکن عدد سے اس کی حقیقت مراد ہوتی ہے اس وجہ سے اس کی طرف تعداد کی اضافت نہیں کی جاتی چنانچہ عندي تعداد عشرين رجلاً نہیں کہہ سکتے، مگر یہ کہ جب اس سے دوسرا مطلب مراد لیں۔

سوال: عندي مقدار عشرين رجلاً سے دوسرا مطلب کیا مراد لیا جاسکتا ہے؟
خالد بیس آدمیوں کے ... بیس آدمی سے کریں، جیسے:

برابر ہے، تو اس وقت آپ یہ جملہ کہہ سکتے ہیں: عندی مقدار عشرین رجلاً گویا خالد بیس آدمیوں کی مقدار کے برابر ہے۔

سوال: عدد کی ہی تمیز میں سے ''کم'' بھی ہے۔ یہ بتائیے کہ کم تمیز یہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: کم تمیز یہ کی دو قسمیں ہیں: کم استفہامیہ اور کم خبریہ۔

سوال: کم استفہامیہ کب استعمال ہوتی ہے؟

جواب: جب کسی چیز کی کمیت اور تعداد پوچھنا مقصود ہو، جیسے کم داراً بنیت؟

سوال: کم خبریہ کب استعمال ہوتی ہے؟

جواب: جب فخر اور زیادتی کا اظہار مقصود ہو جیسے: کم عبید ملکتُ۔

سوال: کم استفہامیہ کی تمیز کیسے آتی ہے؟

جواب: کم استفہامیہ کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب ہوتی ہے، جیسے کم عبداً ملکت؟ البتہ اگر اس پر حرف جار داخل ہو جائے تو مجرور ہو جاتی ہے جیسے بکم درهم اشتریت؟

سوال: کم خبریہ کی تمیز کا کیا حکم ہے؟

جواب: کم خبریہ کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے، پھر جمع بھی ہو سکتی ہے جیسا کی تین سے دس تک کی تمیز جمع آتی ہے، جیسے: کم عبیدٍ ملکت، جیسے کہتے ہیں: عشرة أعبد ملکت، ثلاثة أعبد ملکت۔ اور واحد بھی آ سکتی ہے جیسا کہ سو اور اس سے اوپر کی تمیز آتی ہے، کہا جائے گا: کم عبد ملکت، جیسے کہا جاتا ہے: مائة عبد ملکت، ألف عبد ملکت۔

سوال: تیسری جگہ کیا ہے جس کے بعد تمیز مفرد آتی ہے؟

جواب: تمیز کے مفرد آنے کی تیسری جگہ وہ ہے جو مماثلت پر دلالت کرے، یعنی مماثلت پر دلالت کرنے والے الفاظ کے بعد آتی ہے جیسے ولو جئنا بمثله مدداً، اور اہل عرب کا قول ہے إن لنا أمثالها إبلا۔

سوال: چوتھی جگہ کیا ہے جس کے بعد تمیز مفرد آتی ہے؟

جواب: اس کلمے کے بعد جو مغایرت پر دلالت کرے، جیسے إن لنا غیرها إبلاً۔

سوال: تمیز نسبتی کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تمیز نسبتی کی دو قسمیں ہیں: محول اور غیر محول۔

سوال: محول کا کیا مطلب ہے؟

جواب: محول کا مطلب یہ ہے کہ اصلاً تو وہ فاعل یا مفعول یا مبتدا ہو؛ لیکن ترکیب بدل کر اسے تمیز کے طور پر لایا گیا ہو۔

سوال: محول کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: محول کی پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: پہلی قسم یہ ہے کہ فاعل سے محول ہو۔ جیسے اشتعل الرأس شیباً۔ اصل میں اشتعل شیب الرأس تھا، شیب فاعل تھا، مگر اسے تمیز بنا دیا گیا اور شیب کے مضاف الیہ رأس کو فاعل بنا دیا گیا۔

سوال: محول کی دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: دوسری قسم یہ ہے کہ مفعول سے محول ہو جیسے: وفجرنا الأرض عیوناً کہ اصل میں عیون الأرض تھا، مضاف إلیہ ''الأرض'' کو مفعول بنا دیا گیا اور مضاف ''عیون'' کو تمیز بنا دیا گیا۔

سوال: محول کی تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: یہ کہ مضاف سے محول ہو؛ لیکن یہ مضاف فاعل اور مفعول نہ ہو جیسا کہ اوپر کی دونوں قسموں میں تھا، اور ایسا اسم تفضیل کے بعد ہوتا ہے جس سے اس اسم کی خبر دی جارہی ہو جو تمیز سے الگ کوئی اور کلمہ ہو (یعنی اسم تفضیل ایسے کلمہ کی خبر بن رہا ہو جو کلمہ تمیز نہ ہو) جیسے زید أکثر منك علماً۔ اس کی اصل علم زید أکثر منك تھی، تو "زید أکثر منك علماً" میں ''أکثر'' زید کی خبر بن رہا ہے اور أکثر کا جو مبتدا ہے جس کی یہ خبر بن رہا ہے، وہ تمیز کے کلمہ یعنی (علماً) کے علاوہ دوسرا کلمہ ہے۔ اسی طرح أنا اکثر منك مالا و أعز نفراً۔

سوال: اگر اسم تفضیل کے بعد آنے والا کلمہ بالکل وہی کلمہ ہو جو مبتدا ہو تو کیا ہوگا؟

جواب: اس صورت میں اضافت کی وجہ سے اسے جر دینا ضروری ہوگا، جیسے مال زید أکثر مال، کہ أکثر کے بعد آنے والا کلمہ (مالٍ) وہی ہے جو مبتدا یعنی مال ہے۔

سوال: اگر اسم تفضیل کی اضافت ایسے لفظ کی طرف ہو جو کہ مبتدا کے کلمے کے علاوہ ہو تو کیا ہوگا؟

جواب: اس صورت میں تمیز بن کر منصوب ہوگا، جیسے زید أکثر الناس مالاً۔

سوال: تمیز کتنی طرح کی ہوتی ہے؟

جواب: جس طرح حال کی دو قسمیں ہیں: حال مؤکدہ اور حال مبینہ، اسی طرح تمیز کی بھی دو قسمیں ہیں: مؤکدہ اور مبینہ۔ تمیز مبینہ ابہام کو دور کرنے آتی ہے، اور مؤکدہ ابہام کو دور نہیں کرتی۔ محض تاکید کے لئے آتی ہے۔

سوال: حال مؤکدہ کی مثالیں پیش کیجئے؟

جواب: ولا تعثوا في الأرض مفسدين - ثم وليتم مدبرين - ويوم أبعث حياً - تبسم ضاحكاً۔ شعر ؎

(۱۰٦) وتضيء في وجه الظلام منيرة   كجمانة البحري سل نظامها

سوال: تمیز مؤکدہ کی مثالیں پیش کیجئے؟

جواب: إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهراً - ووعدنا موسى ثلثين ليلة وأتممنها بعشر، فتم ميقات ربه أربعين ليلة، پہلی آیت میں ''شهراً'' اور دوسری میں ''ليلة'' کسی ابہام کو دور کرنے کے لئے نہیں آئے؛ کیوں کہ جملے میں ابہام ہے ہی نہیں، یہ محض تاکید کے لئے آئے ہیں۔ اسی طرح شعر ؎

(۱۰۷) ولقد علمت بأن دين محمد   من خير أديان البرية ديناً

میں "ديناً" اور ؎

(۱۰۸) والتغلبيون بئس الفحل فحلهم   فحلاً وأمهم زلاء منطيق

میں "فحلاً" بھی محض تاکید کے لیے ہیں۔

سوال: کیا تمیز مؤکدہ کے بارے میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: ہاں، امام سیبویہ کا اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ نعم الرجل رجلا زيد کہنا یعنی نعم اور بئس کے باب میں تمیز مؤکدہ لانا صحیح نہیں۔

سوال: شعر ۱۰۸ میں جو فحلاً ہے امام سیبویہ اس کی کیا توجیہ کرتے ہیں؟

جواب: کہتے ہیں کہ وہ حال مؤکدہ ہے نہ کہ تمیز مؤکدہ۔

سوال: صحیح بات کیا ہے؟

جواب: صحیح بات یہ ہے کہ تمیز مؤکدہ استعمال کرنا صحیح ہے، اس کے بہت سے دلائل ہیں۔

سوال: صاحب کتاب نے اس شعر کا کیا جواب دیا ہے جس سے سیبویہ نے استدلال ہے۔

جواب: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ نعم اور بئس کے باب میں حال کے مقابلہ میں تمیز زیادہ

استعمال ہوتی ہے، لہذا مذکورہ شعر میں بھی یہی مانا جائے گا کہ یہ تمیز ہے نہ کہ حال۔

مستثنیٰ کا بیان

سوال: مستثنیٰ کب منصوب ہوتا ہے؟

جواب: جب اس میں تین شرطیں پائی جائیں: (۱) استثناء إلا کے ذریعے ہو، (۲) اس سے پہلے کلام تام ہو، (۳) وہ کلام موجب ہو۔

سوال: اگر مذکورہ تینوں شرطیں پائی جائیں تو کیا یہ بھی شرط ہے کہ استثناء متصل ہو؟

جواب: نہیں، جب یہ تینوں شرطیں پائی جائیں تو چاہے استثناء متصل ہو، جیسے قام القوم إلا زیدا اورفشربوا منه إلا قليلًا، یا چاہے منقطع ہو جیسے قام القوم إلا حمارا، اور ایک قول کے مطابق یہ آیت فسجد الملائكة كلهم أجمعون إلا إبليس۔

سوال: "فسجد الملائكة كلهم أجمعون إلا إبليس" میں مستثنیٰ منقطع ہے یا متصل؟

جواب: جولوگ ابلیس کو فرشتوں میں سے نہیں مانتے ان کے نزدیک منقطع ہے، اور بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ ابلیس فرشتوں کی جنس سے ہے ان کے نزدیک متصل ہے۔

سوال: استثناء إلا کے ذریعہ ہو اور اس سے پہلے کلام تام بھی ہو؛ لیکن کلام موجب نہ ہو؛ بلکہ غیر موجب یعنی نفی، نہی یا استفہام ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں مستثنیٰ یا تو متصل ہوگا یا منقطع، اسی اعتبار سے حکم ہوگا۔

سوال: مذکورہ صورت میں اگر مستثنیٰ متصل ہو تو کیا حکم ہے یعنی استثناء إلا کے ذریعہ ہے، اس سے پہلے کلام تام ہے، اور غیر موجب بھی ہے اور متصل بھی ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں مستثنیٰ میں دو صورتیں جائز ہوں گی: (۱) مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کا بدل بنانا۔ (۲) مستثنیٰ کو اس کا اصل اعراب یعنی نصب دینا۔

سوال: اگر مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کا تابع بنایا جائے تو اس کی کیا حیثیت ہوگی؟

جواب: بصریین کے نزدیک وہ بدل بعض ہوگا اور کوفیین کے نزدیک عطف نسق ہوگا۔

سوال: دونوں صورتوں میں سے کونسی بہتر ہے؟

جواب: نصب پڑھنا بھی بہتر ہے؛ لیکن تابع بنانا زیادہ بہتر ہے۔

سوال: مستثنیٰ منہ غیر موجب ہو اور مستثنیٰ متصل ہو تو دو صورتیں جائز ہوتی ہیں، اس کی کچھ مثالیں دیجیے؟

جواب: نفی کی مثال: قرآن میں ہے ما فعلوہ إلا قلیل منهم۔ ابن عامر نے مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے قلیل کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے، بقیہ قراء سبعہ نے ' فعلوہ ' میں جو فاعل کی ضمیر ہے اس سے بدل مان کر مرفوع پڑھا ہے۔ نہی کی مثال: ولا یلتفت منکم أحد إلا امرأتك، ابوعمرو اور ابن کثیر نے ''أحد'' سے بدل مان کر رفع کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی قراء نے استثناء کی وجہ سے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔

سوال: اگر لا یلتفت منکم أحد إلا امرأتك میں "امرأتك" کو بدل نہ مانا جائے؛ بلکہ مستثنیٰ مانا جائے تو مستثنیٰ منہ کیا ہوگا؟

جواب: اس صورت میں مستثنیٰ منہ ''أحد'' اور '' بأهلك ''میں سے کوئی بھی ہو سکتا ہے، اور ہر ایک کے اعتبار سے حکم الگ ہوگا۔

سوال: اگر مستثنیٰ منہ "أحد" کو مانیں تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس صورت میں بدل بنانا راجح ہوگا؛ لیکن مستثنیٰ کی بنیاد پر نصب دینا بھی جائز ہوگا۔

سوال: اگر بدل بنانا راجح ہوگا تو اکثر قراء نے جو استثناء کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے اس کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: یہ کہا جائے گا کہ ان کی قراءت مرجوح طریقے پر ہے؛ کیوں کہ اس موقع پر بدل بنانا راجح تھا۔

سوال: قراء نے مرجوح طریقے پر کیوں پڑھا؟

جواب: قراءت کا دارومدار روایت پر ہوتا ہے نہ کہ قاعدے پر۔

سوال: اگر مستثنیٰ منہ ''بأهلك'' کو مانا جائے تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس صورت میں استثناء کی وجہ سے نصب پڑھنا ہی واجب ہوگا؛ اس لئے کہ اس صورت میں کلام تام موجب ہوگا، اور جب کلام تام موجب ہوتا ہے تو نصب واجب ہوتا ہے۔

سوال: کلام تام غیر موجب کی نفی اور نہی کی مثال تو گذر چکی، استفہام کی مثال دیجیے؟

جواب: ومن یقنط من رحمة ربه إلا الضالون۔

سوال: ''الضالون'' کو کس طرح پڑھا گیا ہے؟

جواب: پڑھا تو تمام قراء نے رفع کے ساتھ ہے؛ کیوں کہ یقنط کی ضمیر جو مرفوع ہے اس سے بدل ہے؛ لیکن قاعدہ کی رو سے اگر نصب کے ساتھ پڑھا جائے، تب بھی گنجائش ہوتی۔ البتہ مسئلہ چونکہ قراءت کا ہے، اس لئے جیسے سنا گیا ہے ویسے ہی پڑھا جائے گا۔

سوال: یہ تو اس کا حکم ہوا جب کلام تام غیر موجب ہو اور مستثنیٰ متصل ہو؛ لیکن اگر مستثنیٰ منقطع ہو تو کیا

حکم ہوگا؟

جواب: اس میں اہل حجاز اور بنو تمیم کا اختلاف ہے۔

سوال: اہل حجاز کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل حجاز کے نزدیک اس صورت میں نصب پڑھنا واجب ہوگا، کہا جائے گا: ما فیھا أحد إلا حمارا قرآن میں بھی اس کے مطابق ہے۔ ما لھم به من علم إلا اتباع الظن۔

سوال: بنو تمیم کیا کہتے ہیں؟

جواب: بنو تمیم کے نزدیک استثناء کی وجہ سے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور مستثنی منه سے بدل بنانا بھی جائز ہے۔ چنانچہ وہ مذکورہ آیت میں إلا اتباع الظن رفع کے ساتھ پڑھتے ہیں، علم کا بدل مان کر۔

سوال: علم کا بدل مان کر تو مجرور پڑھنا چاہیے تھا کیوں کہ علم مجرور ہے؟

جواب: علم لفظا مجرور ہے؛ لیکن محلاً مرفوع ہے، لہذا اس کے محل پر عطف کر کے مرفوع پڑھا گیا ہے۔

سوال: اگر لفظ کے اعتبار سے علم کا بدل مان کر اتباع کو مجرور پڑھا جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: مجرور پڑھنے کی اجازت نہیں؛ اس لئے کہ من علم میں من زائدہ ہے، اور من زائدہ ایسے موقع پر عمل نہیں کرتا ہے۔

سوال: من زائدہ کب عمل کرتا ہے؟

جواب: من زائدہ یا تو نکرہ منفی میں عمل کرتا ہے جیسے ما تری فی خلق الرحمان من تفاوت، یا نکرہ استفہام میں عمل کرتا ہے جیسے ھل تری من فطور۔

سوال: اور آیت میں اتباع الظن کیا ہے؟

جواب: یہ معرفہ ہے اور موجب ہے۔ اس وجہ سے من اس میں عمل نہیں کر سکتا۔

سوال: إلا کے علاوہ استثناء کے دوسرے ادوات کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: جو ہمیشہ جر دیتے ہیں۔

سوال: جو ہمیشہ جر دیتے ہیں وہ کون سے ہیں؟

جواب: غیر اور سوی، جیسے قام القوم غیر زید، قام القوم سوی زید۔

سوال: یہ تو واضح ہو گیا کہ غیر کے بعد والا مجرور ہوگا؛ لیکن خود 'غیر' پر کیا اعراب آئے گا؟

جواب: اس صورت میں اگر "غیــــر" کی جگہ إلا لگا دیا جائے تو إلا کے بعد والے اسم پر جو اعراب آئے گا وہی اس صورت میں خود غیر پر آئے گا۔ جیسے قام القوم غيرَ زيد کی جگہ اگر قام القوم إلا زيداً ہوتا تو زيداً منصوب ہوتا ہے لہذا اس جگہ غیر پر زبر آئے گا۔ اور ما قام القوم غير زيد میں غیر پر رفع بھی آ سکتا ہے اور نصب بھی؛ کیوں کہ اگر یہاں إلا لگا دیا جائے تو زید پر نصب بھی آ سکتا ہے اور بدل بنا کر رفع بھی: ماقام القوم إلا زيداً اور ما قام القوم إلا زيد۔ اور ماقام القوم غير حمار میں "غیر" پر بنو حجاز کے نزدیک نصب واجب ہے اور بنو تمیم کے نزدیک نصب اور بدل دونوں کی اجازت ہے۔

سوال: سوى کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس میں جمہور اور سیبویہ کا اختلاف ہے۔

سوال: جمہور کے نزدیک کیا ہے؟

جواب: جمہور کے نزدیک سوى کا بھی وہی حکم ہے جو غیر کا ہے۔

سوال: اور سیبویہ کیا کہتے ہیں؟

جواب: سوى ہر حال میں منصوب ہوگا ظرفیت کی بنیاد پر۔

سوال: ادوات استثناء کی دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: جو ہمیشہ نصب دیتے ہیں۔

سوال: وہ کون سے ہیں؟

جواب: چار ہیں: ليس، لا يكون، ماخلا، ماعدا۔ جیسے: قاموا ليس زيدا، قاموا لا يكون زيداً، قاموا ما خلا زيداً، قاموا ما عدا زيداً، حدیث شریف میں ہے، ما أنهر الدم وذكر اسم الله عليه فكلوا، ليس السن والظفر۔ لبید کا شعر ہے ۔

(۱۱۰) ألا كل شيء ما خلا الله باطلُ وكل نعيم لا محالة زائل

سوال: ليس اور لا يكون کے بعد والا کلمہ ہمیشہ منصوب کیوں آتا ہے؟

جواب: وہ کلمہ ان دونوں کی خبر بنتا ہے، اور ان کا اسم وجوبی طور پر ان میں چھپا ہوتا ہے۔

سوال: اور ما خلا، ماعدا کے بعد والے پر نصب کیوں آتا ہے؟

جواب: وہ کلمہ ان دونوں کا مفعول بنتا ہے، اور دونوں کا فاعل پوشیدہ ہوتا ہے۔

سوال: ادوات استثناء کی تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: جو کبھی نصب دیتے ہیں اور کبھی جر دیتے ہیں۔

سوال: وہ کون سے ہیں؟

جواب: تین ہیں: خلا، عدا، اور حاشا۔

سوال: یہ تینوں جر کیوں دیتے ہیں؟

جواب: کیوں کہ تینوں حروف جار میں سے ہیں۔

سوال: اور نصب کیوں دیتے ہیں؟

جواب: یہ تینوں فعل بن کر بھی استعمال ہوتے ہیں، اس لئے اگر ان کو فعل مانا جائے تو یہ نصب دیتے ہیں اور ان کا فاعل ان کے اندر مستتر ہوتا ہے۔

مجرورات کا بیان

سوال: مجرورات کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: مجرور بالحرف، اور مجرور بالاضافہ۔

سوال: حروف جارہ کتنے ہیں اور کون سے ہیں۔

جواب: بیس ہیں، اور وہ یہ ہیں: من، إلی، عن، علی، في، ل، با، رب، مذ، منذ، کاف، حتی، واؤ قسم، تاء قسم، خلا، عدا، حاشا، لعل، متی، کی، لولا (صاحب کتاب نے حروف جار کی تعداد بتائی تو بیس ہے لیکن شمار اکیس کرائے ہیں۔)

سوال: ان میں سے وہ کون سے حروف ہیں جو حرف جر کے طور پر شاذ استعمال ہوتے ہیں۔

جواب: چار ہیں: لعل، متی، کی، لولا۔

سوال: لعل کے ذریعہ کون لوگ جر دیتے ہیں؟

جواب: قبیلۂ عقیل کے لوگ۔ ان کے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

(۱۱۱) لعل اللهِ فضلكم علينا ۔۔۔ بشیء أن أمكم شريم

سوال: متی کے ذریعہ کون لوگ جر دیتے ہیں؟

جواب: قبیلہ ہذیل کے لوگ۔ ان کے شاعر کا قول ہے ؎

(۱۱۲) شربن بماء البحر ثم ترفعت ۔۔۔ متی لجج خضر لهن نئيج

سوال: ''کیٔ'' کسے جر دیتا ہے؟

جواب: کیٔ صرف ''ما'' استفہامیہ کو جر دیتا ہے، اور اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے، جب کسی چیز کی علت کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہتے ہیں، کیمه یعنی لِمَهْ (کیوں)۔

سوال: لولا کسے جر دیتا ہے؟

جواب: لولا صرف ضمیر کو جر دیتا ہے، کہتے ہیں: لولای، لولاك، لولاه۔ شعر

(۱۱۳) أومت بعينيها من الهودج لولاك فی ذالعام لم أحجج

سوال: لولا کے بعد ضمیر متصل آنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: نادر الاستعمال ہے حتی کہ مبرد نے تو اس کے ضمیر متصل کے ساتھ استعمال ہونے سے انکار کر دیا ہے۔

سوال: سیبویہ کیا کہتے ہیں؟

جواب: ان کے مطابق اس طرح استعمال تو ہوتا ہے؛ لیکن کم ہوتا ہے، اور مبرد کے خلاف انہوں نے اسی طرح کے اشعار سے دلیل پیش کی ہے۔

سوال: ویسے لولا زیادہ تر کس طرح استعمال ہوتا ہے؟

جواب: ضمیر منفصل کے ساتھ، جیسے لولا أنا، لولا أنت ، لولا هو، قرآن میں ہے لولا أنتم لكنا مؤمنين۔

سوال: حروف کی تعداد کے اعتبار سے حروف جار کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: چار: (۱) جن میں ایک حرف ہو، وہ پانچ ہیں ب، ل، ک، و، ت، (۲) جن میں دو حرف ہوں ایسے حروف چار ہیں، من، عن، فی، مذ ، (۳) جن میں تین حروف ہو، ایسے تین ہیں، إلی، علی، منذ، (۴) جن میں چار حروف ہیں وہ صرف ایک ہے حتیٰ۔

سوال: کیا یہ تمام حروف اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر آتے ہیں؟

جواب: نہیں؛ بلکہ کچھ ایسے ہیں جو صرف اسم ظاہر کو جر دیتے ہیں اور کچھ ایسے جو دونوں پر آتے ہیں۔

سوال: جو حروف صرف اسم ظاہر کو جر دیتے ہیں، وہ کونسے ہیں؟

جواب: سات ہیں، واو، تاء، مذ، منذ، حتی، کاف اور رب، (باقی حروف دونوں کو جر دیتے ہیں)۔

سوال: یہ سات حروف جو صرف اسم ظاہر کو جر دیتے ہیں کیا ہر طرح کے اسم ظاہر کو جر دیتے ہیں یا کچھ کے ساتھ خاص ہیں؟

جواب: اس اعتبار سے ان سات حروف کی تین قسمیں ہیں۔

سوال: پہلی قسم؟

جواب: جو ہر اسم ظاہر کو جر دیتے ہیں، یہ دو ہیں، مذ اور منذ کہتے ہیں، مارأيته مذ يومين، ما رأيته منذ يوم الجمعة.

سوال: دوسری قسم؟

جواب: جو صرف اسم ظاہر نکرہ کو جر دیتا ہے، وہ ربّ ہے، ربّ رجل صالح.

سوال: تیسری قسم؟

جواب: جو صرف اللہ کو جر دیتا ہے، وہ "ت" ہے، جیسے تاللہ لأكيدن أصنامكم، تالله لقد آثرك الله علينا، اس طرح خوب استعمال ہوتا ہے، اور کبھی یہ لفظ رب کو بھی جر دیتا ہے جبکہ وہ کعبہ کی طرف مضاف ہو جیسے ترب الكعبة لأفعلن كذا. یہ قلیل الاستعمال ہے۔ اور کبھی کبھی لفظ رحمان پر بھی آتا ہے جیسے: تالرحمان یہ تو بہت ہی کم استعمال ہوتا ہے۔

مجرور بالاضافہ کی قسمیں

سوال: مجرور بالاضافۃ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: پہلی قسم یہ ہے کہ مضاف صفتی صیغہ نہ ہو اور مضاف الیہ اس کا معمول نہ ہو۔

سوال: مضاف صفتی صیغہ نہ ہو اور مضاف الیہ اس کا معمول نہ ہو اس کی کتنی صورتیں بنیں گی؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: یہ کہ دونوں باتیں نہ ہوں، یعنی نہ مضاف صفت کا صیغہ ہو اور نہ مضاف الیہ اس کا معمول ہو، جیسے غلام زید۔

سوال: دوسری صورت کیا ہو گی؟

جواب: مضاف تو صفتی صیغہ ہو؛ لیکن مضاف الیہ اس کا معمول نہ ہو، جیسے کاتب القاضی، کاسب عیاله (کہ ان دونوں مثالوں میں قاضی اور عیاله ؛کا تب اور کاسب کا معمول یعنی فاعل یا مفعول نہیں ہیں، گرچہ مضاف صفتی صیغہ ہے)۔

سوال: تیسری صورت کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: مضاف الیہ مضاف کا معمول تو ہو؛ لیکن مضاف صفتی صیغہ نہ ہو، جیسے ضرب اللص ضرب اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے؛ لیکن صفت کا صیغہ نہیں ہے۔

سوال: ان تینوں قسموں کی اضافت کو کس نام سے جانا جاتا ہے؟

جواب: ان تینوں قسموں کی اضافت کو اضافت معنوی کہا جاتا ہے۔

سوال: اضافت معنوی کیوں کہتے ہیں؟

جواب: اس لئے کہ یہ اضافت معنوی فائدہ دیتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر مضاف الیہ معرفہ ہو تو مضاف معرفہ ہو جاتا ہے جیسے غلام زید اور اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو مضاف کی تخصیص ہو جاتی ہے جیسے غلام رجل، غلام امرأة۔

سوال: اضافت معنوی کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: پہلی قسم یہ ہے کہ اضافت ''فی'' کے معنی میں ہو۔

سوال: اضافت فی کے معنی میں کب ہوتی ہے؟

جواب: جب مضاف الیہ مضاف کا ظرف ہو جیسے بل مکر اللیل، (اس کو اضافت ظرفیہ بھی کہتے ہیں)۔

سوال: دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: اضافت من کے معنی میں ہو۔

سوال: ایسا کب ہوتا ہے۔

جواب: جب مضاف الیہ مضاف کا کل ہو، اور اس سے خبر دینا صحیح ہو، یعنی مضاف مبتدا اور مضاف الیہ خبر بن سکے۔ جیسے خاتم حدید اور باب ساج کہ اگر الخاتم حدید اور الباب ساج کہا جائے تو صحیح ہے برخلاف ''ید زید'' کے کہ الید زید کہنا صحیح نہیں (اس کو اضافت بیانیہ کہتے ہیں)۔

سوال: اضافت معنوی کی تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: جب اضافت لام کے معنی میں ہو۔ جیسے غلام زید، ید زید (اسے اضافت لامیہ کہتے ہیں)۔

سوال: مجرور بالا ضافہ کی دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: مضاف صفتی صیغہ ہو اور مضاف الیہ اس کا معمول ہو۔

سوال: مضاف صفتی صیغہ ہو اور مضاف الیہ اس کا معمول ہو، اس کی کتنی صورتیں ہو سکتی ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی صورت کیا ہے؟

جواب: مضاف اسم فاعل ہو، جیسے ضارب زید الآن، ضارب زید غداً۔

سوال: دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: مضاف اسم مفعول ہو، جیسے ھذا معمور الدار الآن، ھذا معمور الدار غداً۔

سوال: تیسری صورت کیا ہے؟

جواب: مضاف صفت مشبہ ہو جیسے رجل حسن الوجہ۔

سوال: ان تینوں طرح کی اضافت کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: اضافت لفظی؛ اس لیے کہ یہ اضافت (لفظی) تخفیف کا فائدہ دیتی ہے؛ کیوں کہ ضارب زیدٍ ضاربٌ زیداً سے خفیف ہے۔

سوال: کیا اضافت لفظی سے تعریف و تخصیص کا فائدہ بھی ہوتا ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: جب اس اضافت سے تعریف و تخصیص کا فائدہ نہیں ہوتا تب تو جس کلمہ میں یہ اضافت ہو وہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے؟

جواب: ہاں، بن سکتا ہے، جیسے ھدیاً بالغ الکعبۃ میں بالغ الکعبۃ "ھدیاً" کی صفت ہے جو کہ نکرہ ہے۔

سوال: کیا وہ کلمہ جس میں اضافت لفظی ہو حال بن سکتا ہے؟

جواب: بن سکتا ہے، جیسے ثانی عطفہ کہ باوجود مضاف ہونے کے "ثانی" حال ہے، حالانکہ حال نکرہ ہوتا ہے اور مضاف معرفہ؛ لیکن چونکہ اضافت لفظی سے کلمہ معرفہ نہیں ہوتا؛ بلکہ نکرہ ہی رہتا ہے اس لئے یہ حال بن گیا ہے۔

سوال: اضافت کن چیزوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی؟

جواب: تین چیزوں کے ساتھ: (۱) تنوین کے ساتھ، (۲) اس نون کے ساتھ جو اعراب کے لئے آتا

ہے جیسے تثنیہ اور جمع مذکر سالم کا نون، (۳) الف لام کے ساتھ۔

سوال: تنوین اور اضافت ایک ساتھ کیوں جمع نہیں ہو سکتے؟

جواب: اس لئے کہ اضافت اسم کے ناقص ہونے پر دلالت کرتی ہے اور تنوین اسم کے کامل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور ایک ہی چیز کامل بھی ہو اور ناقص بھی ہو، ایسا نہیں ہوتا۔

سوال: اضافت اور نون اعرابی ایک ساتھ کیوں جمع نہیں ہو سکتے؟

جواب: نون اعرابی اسم کے مکمل ہونے پر دلالت کرتا ہے؛ کیوں کہ یہ نون تنوین کے قائم مقام ہوتا ہے اور اضافت اسم کے ناقص ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

سوال: کیا اضافت کے وقت اصلی نون بھی گر جاتا ہے جو اعراب کے ساتھ پڑھا تو جاتا ہے؛ لیکن اعراب کے لئے نہیں آتا؟

جواب: نہیں، اسی وجہ سے مفرد اور جمع تکسیر کا نون نہیں گرتا جیسے حين، شياطين، کہتے ہیں: آتيك حين طلوع الشمس اورهؤلاء شياطين الانس۔ صرف نون اعرابی یعنی تثنیہ اور جمع مذکر سالم کا نون گرتا ہے، جیسے مسلمان، مسلمون، قرآن میں ہے، والمقيمي الصلاة اصل میں والمقيمين تھا، اور إنكم لذائقو العذاب، اصل میں لذا ئقون تھا۔ إنا مرسلو الناقة، جو اصل میں مرسلون تھا۔

سوال: الف لام اور اضافت دونوں ایک ساتھ کیوں جمع نہیں ہو سکتے؟

جواب: اس لئے کہ الف لام بھی تعریف کے لئے آتا ہے اور اضافت بھی۔ اب اگر ایک ہی کلمہ پر دونوں آجائیں تو دو تعریفیں (معرفہ بنانے والی دو چیزیں) جمع ہو جائیں گی، اور یہ جائز نہیں، اسی وجہ سے الغلام زيد کہنا صحیح نہیں۔

سوال: کیا الف لام اور اضافت کبھی بھی ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے یا کوئی صورت مستثنیٰ ہے؟

جواب: ایک صورت مستثنیٰ ہے، وہ یہ کہ مضاف صفتی صیغہ ہو اور مضاف الیہ اس صفتی صیغہ کا معمول ہو، ایسی صورت میں دونوں ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔

سوال: مضاف صفتی صیغہ ہو اور مضاف الیہ اس کا معمول ہو تو الف لام اور اضافت ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں، اس مسئلے کی کتنی صورتیں ہو سکتی ہیں؟

جواب: پانچ۔

سوال: پہلی؟

جواب: مضاف تثنیہ کا صیغہ ہو، جیسے الضار بازید.

سوال: دوسری؟

جواب: مضاف جمع مذکر سالم ہو جیسے الضاربو زید.

سوال: تیسری؟

جواب: مضاف الیہ پر الف لام داخل ہو جیسے: الضارب الرجل.

سوال: چوتھی؟

جواب: مضاف الیہ ایسے اسم کی طرف مضاف ہو جس پر الف لام ہو جیسے الضارب رأس الرجل.

سوال: پانچویں؟

جواب: مضاف الیہ مضاف ہو ایسی ضمیر کی طرف جو لوٹ رہی ہو ایسے اسم کی طرف جس پر الف لام ہو۔ جیسے مررت بالرجل الضارب غلامه.

فعل کی طرح عمل کرنے والے اسماء

سوال: فعل کی طرح کتنے اسماء عمل کرتے ہیں؟

جواب: سات: اسمِ فعل، مصدر، اسم فاعل، اسم مبالغہ، اسم مفعول، صفت مشبہ اور اسم تفضیل۔

(۱) اسم فعل

سوال: اسم فعل کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: اسم فعل کی تین قسمیں ہیں۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: جس کو اسم فعل ماضی کہا جاتا ہے، یعنی وہ اسم فعل بمعنی فعل ماضی ہوتا ہے، جیسے هيهـــات، یہ بعد کے معنی میں ہے۔ شعر ؎

(۱۱۴) هيهات هيهات العقيق ومن به　　　وهيهات خل بالعقيق نواصله

سوال: اسم فعل کی دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: جس کو اسم فعل امر کہا جاتا ہے، جیسے صــه، اسكت کے معنی میں ہے، حدیث شریف میں ہے، إذا قلت لصاحبك والإمام يخطب صه فقد لغوت۔

سوال: اسم فعل کی تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: جس کو اسم فعل مضارع کہا جاتا ہے جیسے وی، أعجب کے معنی میں ہے، قرآن میں ہے ویکأنه لا یفلح الکفرون، یعنی أعجب لعدم فلاح الکافرین، وی میں ایک لغت "وا" کی بھی ہے، جیسا کہ اس شعر میں ہے:

(۱۱۵) وا، بأبی أنت وفوك الأشنب كأنما ذر علیه الزرنب

اور ایک لغت واھاً کی بھی ہے جیسا کہ شعر میں ہے

(۱۱۶) واھاً لسلمیٰ ثم واھاً واھاً یا لیت عیناھا لنا وفاھا

سوال: اسم فعل کے احکام بیان کیجیے۔

جواب: پہلا حکم یہ ہے کہ یہ اپنے معمول کے بعد نہیں آتا ہے، تو علیك زیداً جو کہ الزم زیداً کے معنی میں ہے اس میں زیداً علیك کہنا جائز نہیں ہے۔

سوال: کیا اس سلسلے میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: ہاں، امام کسائی کہتے ہیں کہ اسم فعل اپنے معمول کے بعد بھی آسکتا ہے۔

سوال: ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: قرآن کی یہ آیت کتاب الله علیکم، کسائی کہتے ہیں کہ اس کے معنی علیکم کتاب الله ہیں، یعنی الزموا کتاب الله۔

سوال: جمہور نے اس کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: جمہور (یعنی بصریین) نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس جگہ علیکم اسم فعل ہے ہی نہیں؛ بلکہ کتاب الله مفعول مطلق ہے اور اس کا فعل کتب محذوف ہے، اور علیکم اس محذوف فعل یا اس مفعول مطلق سے متعلق ہے۔ تقدیر ہے، کتب الله ذلك کتابا علیکم۔

سوال: اس کی کیا دلیل ہے کہ یہاں کتب محذوف ہے؟

جواب: اس کی دلیل ایک قرینہ ہے، وہ قرینہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں 'حرمت' ہے اور حرمت فرضیت کو چاہتی ہے، یعنی جب کوئی چیز فرض ہوگی تب ہی تو اس کے خلاف کرنا حرام ہوگا۔

سوال: اسم فعل کا دوسرا حکم کیا ہے؟

جواب: اس کا دوسرا حکم یہ ہے کہ اگر یہ طلب کے معنی پر دلالت کر رہا ہو یعنی اسم فعل امر ہو تو اس کے جواب میں فعل مضارع کو جزم دینا جائز ہے، لہذا نزال نحدثك جزم کے ساتھ کہیں گے جیسا کہ أنزل نحدثك کہتے ہیں، شعر۔

(۱۱۷) وقولی کلما جشأت وجاشت　　مکانك تحمدی أو تستریحی

تو اس شعر میں "مکانك" اسم فعل ہے اثبتی کے معنی میں، اس کے جواب میں تحمدی مجزوم ہے۔ (مکانك اصلا ظرف مکان ہے، پھر اس معنی سے اس کو منتقل کر کے اسم فعل بنایا گیا ہے)

سوال: اسم فعل کا تیسرا حکم کیا ہے؟

جواب: اس کا تیسرا حکم یہ ہے کہ فاء سببیہ کے بعد فعل مضارع کو اس کے جواب میں نصب نہیں دیا جائے گا۔

سوال: لہذا مکانك فتحمدی، یا صه فنحدثك کہنا صحیح نہیں۔

سوال: کیا اس سلسلہ میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: جی ہاں، امام کسائی کا اختلاف ہے (اس کی تفصیل "أن" کی بحث میں گذر چکی ہے۔)

(۲) مصدر

سوال: مصدر کسے کہتے ہیں؟

جواب: مصدر وہ اسم ہے جو حدث یعنی مصدری معنی پر دلالت کرے اور فعل کے مطابق ہو۔

سوال: معنی مصدری پر دلالت کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: مصدر معنی مصدری پر دلالت کرے اس کا تعلق عام طور سے زمان، مکان، تذکیر و تانیث، واحد، تثنیہ، جمع سے نہیں ہوتا۔

سوال: "فعل کے مطابق ہو" سے کیا مراد ہے؟

جواب: یعنی فعل ماضی جو اس مصدر سے مشتق ہے اس کے اصلی اور زائد حروف مصدر میں ہوں، اس سے اسم مصدر کو نکالنا مقصود ہے، جیسے أعطیت کا مصدر عطاء ہے، گرچہ یہ حدث پر دلالت کر رہا ہے؛ لیکن فعل کے مطابق نہیں ہے، اس لئے کہ اگر فعل کے مطابق ہوتا تو إعطاء ہوتا۔

سوال: مصدر کے فعل کی طرح عمل کرنے کے لئے کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: آٹھ۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: پہلی شرط یہ ہے کہ مصدر کی جگہ پر فعل أن مصدریہ کے ساتھ آ سکتا ہو، أن مصدریہ کی مثال جیسے أعجبنی ضربك زیداً اس کی جگہ أعجبنی أن ضربت زیدا، اسی طرح یعجبنی

ضربك عمرواً کہ اس کی جگہ یعجبنی أن تضرب عمرواً، ما مصدریہ کی مثال یعجبنی ضربك زیداً الآن، کہ یہاں یعجبنی ما ضربت زیداً الآن صحیح ہے۔

سوال: کیا یعجبنی ضربك زیداً الآن کی جگہ أن مصدریہ آ سکتا ہے؟

جواب: اس جگہ أن ضربت نہیں آ سکتا؛ کیوں کہ یہ ماضی کے لئے ہو جائے گا اور نہ ہی أن تضرب کہہ سکتے ہیں؛ کیوں کہ یہ مضارع کے لئے ہو جائے گا، ہاں اس کی جگہ یعجبنی ما ضربت زیداً الآن کہہ سکتے ہیں۔

سوال: کیا ضرباً زیداً میں زید کو "ضرباً" کا معمول بنا سکتے ہیں، یعنی کیا اس جگہ ضرباً مصدر عمل کر سکتا ہے؟

جواب: نہیں، بعض نحویین کا اختلاف ہے، کیوں کہ "ضرباً" کی جگہ پر فعل بغیر أن اور ما کے آ سکتا ہے، آپ کہہ سکتے ہیں اضرب زیداً، اس لئے اس جگہ زید ضرباً کا معمول نہیں ہو سکتا ہے؛ کیوں کہ مصدر کے عمل کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کی جگہ پر فعل أن یا ما کے ساتھ آ سکتا ہو، اور یہاں بغیر أن اور ما کے آ سکتا ہے۔

سوال: پھر ضرباً زیداً میں زید کا عامل کون ہے؟

جواب: ایک فعل محذوف ہے وہی عامل ہے، اور 'ضربا' بھی اس محذوف فعل کا مفعول مطلق ہے۔

سوال: مررت بزید فإذا له صوت صوت حمار میں دوسرے صوت کو پہلے صوت کا معمول بنا کر نصب دے سکتے ہیں؟

جواب: نہیں، اس لئے کہ پہلے 'صوت' کی جگہ پر فعل نہ تو اکیلا آ سکتا ہے اور نہ حرف مصدر أن اور ما کے ساتھ آ سکتا ہے۔

سوال: کیوں نہیں آ سکتا، کیا اس کی جگہ فإذا له أن یصوت یا فإذا له ما یصوت نہیں آ سکتا؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس صورت میں معنی بدل جائیں گے، قائل کہنا تو یہ چاہ رہا ہے کہ جب میں اس کے پاس سے گذرا تو وہ آواز نکال رہا تھا۔ اور اس صورت میں معنی ہو جائیں گے کہ جب میں اس کے پاس سے گذرا تو اس نے آواز نکالی۔ دونوں میں فرق ہے۔ اس لئے یہاں پہلے صوت کو دوسرے صوت پر عمل نہیں دلا سکتے۔

سوال: مصدر کے عمل کرنے کی دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: دوسری شرط یہ ہے کہ مصدر تصغیر نہ ہو، اسی وجہ سے أعجبني ضريبك زيداً کہنا صحیح نہیں ہے۔

سوال: کیا یہ شرط متفق علیہ ہے؟

جواب: جی ہاں، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

سوال: کیا مصدرِ جمع عمل کرسکتا ہے؟

جواب: اس میں اختلاف ہے، بعض لوگوں نے مصدر جمع کو تصغیر پر قیاس کر کے اس کو عمل دلانے سے منع کیا ہے، اور بعض نے اجازت دی ہے۔

سوال: جن لوگوں نے مصدر جمع کو عمل دلانے سے منع کیا ہے ان کی کیا دلیل ہے۔

جواب: وہ کہتے ہیں کہ جس طرح تصغیر فعل کی صفات سے جدا ہوتی ہے اسی طرح مصدر جمع بھی، اور تصغیر کو عمل دلانے سے سب منع کرتے ہیں تو چاہیے کہ مصدر جمع کو بھی عمل نہ دلایا جائے۔

سوال: جن لوگوں نے مصدر جمع کو عمل دلانے کی اجازت دی ہے ان کا استدلال کیا ہے؟

جواب: یہ شعر (۱۱۸) وعدت وكان الخلف منك سجية   مواعيد عرقوب أخاه بيثرب

کہ مواعید مصدرِ جمع ہے پھر بھی اپنے فاعل عرقوب کی طرف مضاف ہو کر عمل کر رہا ہے۔

سوال: تیسری شرط کیا ہے؟

جواب: تیسری شرط یہ ہے کہ مصدر ضمیر نہ ہو، اسی وجہ سے ضربني زيداً أحسن وهو عمرواً قبيح کہنا صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ ''ھو'' میں فعل کے الفاظ نہیں ہیں، اس وجہ سے ''عمرواً'' کو ھو کا مفعول بنانا درست نہیں۔

سوال: کیا اس شرط میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: کوفیین کے نزدیک یہ شرط درست نہیں، چنانچہ اگر مصدر ضمیر بھی ہو تب بھی وہ عمل دلاتے ہیں۔

سوال: کوفیین کی کیا دلیل ہے؟

جواب: یہ شعر (۱۱۹) وما الحرب إلا ما علمتم وذقتم   وما هو عنها بالحديث المرجم

کہتے ہیں کہ ''عنھا'' ''ھو'' سے متعلق ہے، تو اس طرح ''ھو'' عنھا میں عمل کر رہا ہے۔

سوال: ابن ہشام نے اس کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: کہتے ہیں کہ یہ شعر نادر ہے، اور اس میں تاویل کی جائے گی، لہذا اس پر کوئی قاعدہ نہیں بنے گا۔

سوال: چوتھی شرط کیا ہے؟

جواب: مصدر محدود نہ ہو یعنی مصدر محدود تعداد پر دلالت نہ کر رہا ہو، اسی وجہ سے أعجبني ضربتك

زیدا کہنا درست نہیں کیوں کہ "ضربة" ایک مرتبہ مارنے کو کہتے ہیں۔

سوال: اس شعر میں تو "ضربة" کو "ملأ" میں عمل دلایا ہے، حالانکہ ضربة مصدر محدود ہے؟

(۱۲۰) یحایی به الجلد الذی هو حازم بضربة کفیه الملا نفس راکب

جواب: یہ شاذ ہے۔

سوال: پانچویں شرط کیا ہے؟

جواب: مصدر عمل کرنے سے پہلے موصوف نہ ہو، یعنی اس کی صفت اس کے معمول سے پہلے نہ ہو، لہذا أعجبنی ضربك الشدید زیداً کہنا صحیح نہیں کیوں کہ مصدر کی صفت اس کے معمول سے پہلے ہے۔

سوال: اگر مذکورہ مثال میں الشدید کو مؤخر کر دیا جائے یعنی أعجبنی ضربك زیداً الشدید کہا جائے تو درست ہے؟

جواب: ہاں، درست ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں، الشدید مصدر کے معمول "بك" سے مؤخر ہے۔

(۱۲۱) إن وجدی بك الشدید أرانی عاذراً فیك من عهدت عذولا

سوال: چھٹی شرط کیا ہے؟

جواب: مصدر محذوف نہ ہو۔

سوال: "مالك و زیدا" ایک جملہ بولا جاتا ہے، بعض لوگ اس کی تقدیر مالك و ملا بستك زیدا بتاتے ہیں یعنی زید کو مصدر محذوف کا معمول بناتے ہیں تو اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: ان حضرات کی اس تاویل کو نحویین نے رد کر دیا ہے۔

سوال: اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ "بسم الله" "اصلاً" ابتدائی "مصدر محذوف کا معمول ہے، اور ابتدائی مبتدا ہے اور ثابت خبر بھی محذوف ہے۔ مبتدا اور خبر دونوں کو حذف کر کے مبتدا کے معمول کو باقی رکھا گیا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: نحویین نے اس تاویل کو بھی قبول نہیں کیا ہے۔

سوال: لیکن اس شعر

(۱۲۲) هل تذكرون إلى الديرين هجرتكم ومسحكم وصلبكم رحمان قربانا

میں تو "رحمان قربانا" میں "قول" مصدر حذف کر دیا گیا ہے اور پھر بھی "رحمان قربانا" پر اس کو عمل دلایا گیا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: ضرورت شعری کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے، ورنہ قاعدہ نہیں ہے کہ مصدر محذوف عمل نہیں کرتا ہے۔

سوال: ساتویں شرط کیا ہے؟

جواب: مصدر اور اس کے معمول کے درمیان فصل نہ ہو۔

سوال: یوم تبلی السرائر میں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ "یوم" "رجعه" کا معمول ہے، جبکہ مصدر اور اس کے معمول کے درمیان "لقادر" سے فصل کر دیا گیا ہے، کیا ان کی یہ بات صحیح ہے؟

جواب: نہیں، نحویین نے اسے قبول نہیں کیا ہے، کیوں کہ یہ قاعدہ کے خلاف ہے۔

سوال: آٹھویں شرط کیا ہے؟

جواب: وہ یہ ہے کہ مصدر اپنے معمول سے مؤخر نہ ہو، اس وجہ سے أعجبني زيداً ضربك کہنا صحیح نہیں ہے۔

سوال: اس آٹھویں شرط کے بارے میں سہیلی نے کیا کہا ہے؟

جواب: سہیلی کہتے ہیں کہ اگر مصدر کا معمول جار مجرور ہے تو اگر وہ مصدر سے پہلے بھی آ جائے تب بھی مصدر عمل کر سکتا ہے۔

سوال: سہیلی نے کیا دلیل دی ہے؟

جواب: قرآن کی آیت لا يبغون عنها حولا سے کہ عنها "حولا" کا معمول ہے حالانکہ اس سے مقدم ہے، اسی طرح اہل عرب کا قول ہے، اللهم اجعل من أمرنا فرجاً ومخرجاً کہ مخرج مصدر ہے اور من أمرنا اس کا معمول ہے۔ اور باوجود جار مجرور کے مقدم ہونے کے مصدر عمل کر رہا ہے۔

سوال: جو مصدر عمل کرتا ہے وہ کتنی طرح کا ہوتا ہے؟

جواب: عمل کرنے والے مصدر کی تین صورتیں ہیں۔

سوال: پہلی صورت کیا ہے؟

جواب: مضاف ہو کر عمل کرے۔

سوال: جو مصدر مضاف ہو کر عمل کرے گا اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: اس کی دو قسمیں ہیں۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: فاعل کی طرف مضاف ہو جیسے ولولا دفع الله الناس، وأخذهم الربا وقد نهوا

عنه وأكلهم أموال الناس بالباطل۔

سوال: دوسری قسم؟

جواب: مفعول کی طرف مضاف ہو، جیسے شعر ۔

(۱۲۳) ألا إن ظلم المرء نفسه بين إذا لم يصنها عن هوىً يغلب العقلا

حدیث شریف میں ہے وحج البيت من استطاع إليه سبيلا اور سیبویہ کی کتاب جس کا نام ہی الکتاب ہے اس کا شعر ہے ۔

(۱۲۴) تنفي يداها الحصى في كل هاجرة نفي الدراهم تنقاد الصياريف

سوال: عمل کرنے والے مصدر کی دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: مصدر منون ہو۔ جیسے أو إطعام في يوم ذي مسغبة ،يتيماً: اس میں یتیماً ”إطعام“ کا مفعول ہے۔

سوال: مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کونسی صورت زیادہ استعمال ہوتی ہے؟

جواب: استعمال تو پہلی صورت زیادہ ہوتی ہے، لیکن دوسری صورت قاعدے کے زیادہ مطابق ہے، کیوں کہ مصدر منون نکرہ ہونے کی وجہ سے فعل کے مشابہ ہوتا ہے۔

سوال: عمل کرنے والے مصدر کی تیسری صورت کیا ہے؟

جواب: معرف بالالف واللام ہو کر عمل کرے، جیسے شعر ہے ۔

(۱۲۵) عجبت من الرزق المسيءَ إلٰهُهُ ومن ترك بعض الصالحين فقيراً

کہ اصل عجبت من أن رزق المسيء إلهه ومن أن ترك بعض الصالحين فقيرا ہے۔

سوال: اس تیسری صورت کا کیا حکم ہے؟

جواب: معرف بالالف واللام ہو کر مصدر کا عمل کرنا قیاس اور استعمال دونوں اعتبار سے شاذ ہے۔

(۳) اسم فاعل

سوال: اسم فاعل کسے کہتے ہیں؟

جواب: اسم فاعل صفتی صیغہ ہے جو کام کرنے والے پر دلالت کرے اور مضارع کے حرکات وسکنات کے مطابق ہو، جیسے ضارب، مکرم۔

سوال: جو اسم فاعل عمل کرتا ہے وہ کتنی طرح کا ہوتا ہے۔

جواب: دو طرح کا: یا تو الف لام کے ساتھ ہوگا، یا الف لام سے خالی ہوگا۔

سوال: اگر الف لام کے ساتھ ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اسم فاعل الف لام کے ساتھ ہے تو چاہے ماضی کے معنی میں ہو یا حال واستقبال کے معنی میں، ہر حال میں عمل کرے گا، آپ کہہ سکتے ہیں جاء الضارب زیدا أمس، جاء الضارب زیداً الآن، جاء الضارب زیداً غداً.

سوال: اگر الف لام کے ساتھ ہو تو ہر حال میں کیوں عمل کرتا ہے؟

جواب: اس وجہ سے کہ ''الف لام'' اسم موصول ہوتا ہے، اور ''ضارب'' فعل کی جگہ پر ہوتا ہے، اگر ماضی کے معنی میں ہے تو ضرب کی جگہ پر اور اگر حال یا استقبال کے معنی ہے تو یضرب کی جگہ پر ہوتا ہے۔ اور فعل ہر حال میں عمل کرتا ہے تو جو فعل کی جگہ ہوگا وہ بھی ہر حال میں عمل کرے گا۔ شعر میں ہے ؎

(١٢٦) القاتلین الملك الحلاحلا خیر معد حسباً ونائلاً

سوال: اگر الف لام سے خالی ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اسم فاعل اگر الف لام سے خالی ہو تو دو شرطوں کے ساتھ عمل کرے گا۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: یہ کہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو، ماضی کے معنی میں نہ ہو۔

سوال: کیا اس شرط میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: امام کسائی، ہشام اور ابن مضاء کا اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر ماضی کے معنی میں ہو تو بھی عمل کرے گا۔

سوال: ان حضرات کی کیا دلیل ہے؟

جواب: قرآن کی یہ آیت وکلبھم باسط ذراعیه بالوصید کہ "باسط" ماضی کے معنی میں ہے، پھر بھی عمل کر رہا ہے۔

سوال: ان حضرات کی دلیل کا کیا جواب دیا گیا ہے؟

جواب: جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں پر مراد حکایت حال ماضیہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ گزری

ہوئی چیز کو اس انداز سے بیان کرنا کہ ایسا لگے کہ وہ چیز ابھی ہو رہی ہے۔ اسی وجہ سے اس کی جگہ پر یبسط کا آنا بھی صحیح ہے، اور اس بات کا قرینہ کہ اس سے مراد حکایت حال ہے یہ ہے کہ جملہ حالیہ ہے، اور اسی وجہ سے ونقلبهم کہا گیا، وقلبناهم نہیں کہا گیا۔

سوال: دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: دوسری شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے یا تو نفی ہو یا استفہام ہو یا مبتدا ہو یا موصوف ہو۔

سوال: نفی کی مثال؟

جواب: ؎ خليلي ما وافٍ بعهدی أنتما

میں وافٍ عمل کر رہا ہے، أنتما اس کا فاعل ہے؛ کیوں کہ اس سے پہلے نفی ہے۔

سوال: استفہام کی مثال؟

جواب: ؎ أقاطن قوم سلمی أم نووا ظعناً...

سوال: مبتدا کی مثال؟

جواب: إن الله بالغ أمره، بالغ عمل کرتا ہے؛ کیوں کہ اس سے پہلے الله مبتدا ہے۔

سوال: موصوف کی مثال؟

جواب: مررت برجلٍ ضاربٍ زیداً، شعر ؎

(۱۲۷) إني حلفت برافعين أكفهم بين الحطيم وبين حوضی زمزم

رافعین سے پہلے موصوف "قوم" محذوف ہے اس وجہ سے یہ عمل کر رہا ہے۔

سوال: اس دوسری شرط کے بارے میں امام اخفش کی کیا رائے ہے؟

جواب: وہ فرماتے ہیں کہ اگر اسم فاعل سے پہلے مذکورہ چاروں چیزوں سے کوئی بھی نہ ہو تب بھی عمل کرے گا۔

سوال: ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: یہ شعر (۱۲۸) خبيرٌ بنو لهب، فلا تك ملغياً مقالة لهبی إذا الطير مرت

کہ بنو لهب، خبیر کا فاعل ہے جبکہ "خبیر" سے پہلے ان چاروں میں سے کچھ بھی نہیں۔

سوال: اس دلیل کا جمہور نے کیا جواب دیا ہے؟

جواب: جمہور کہتے ہیں کہ اس شعر میں تقدیم و تاخیر ہے، بنو لهب مبتدا مؤخر ہے اور خبیر خبر مقدم۔

سوال: اگر "خبیر" کو خبر مانیں تو یہ اشکال ہے کہ بنو مبتدا تو جمع ہے اور خبیر واحد، جب کہ مبتدا اور خبر میں اس چیز میں مطابقت ہوتی ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ خبیر جمع ہی ہے، کیوں کہ فعیل کے وزن پر آنے والا کلمہ کبھی کبھی جمع کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے والملائكة بعد ذلك ظهير.

(۴) مبالغے کے اوزان

سوال: مبالغے کے کتنے اوزان ہیں جو فعل کی طرح عمل کرتے ہیں؟

جواب: پانچ، فعّالٌ، فعولٌ، مفعالٌ، فعيلٌ، فَعِلٌ.

سوال: فَعّال کی مثال؟

جواب: ؎ (۱۲۹) أخا الحرب لباساً إليها جلالها   وليس بولاج الخوالف أعقلا

سوال: فعول کی مثال؟

جواب: ؎ (۱۳۰) ضروب بنصل السيف سوق سمانها

سوال: مفعال کی مثال؟

جواب: إنه لمنحار بوائكها.

سوال: فعیل کی مثال؟

جواب: والله سميع دعاء من دعاه. شعر ؎

(۱۳۱) أتاني أنهم مزقون عرضي   جحاش الكرملين لها فديد

سوال: ان پانچوں میں کون زیادہ استعمال ہوتا ہے؟

جواب: فعّال، فعول اور مفعال زیادہ استعمال ہوتے ہیں، باقی فعیل اور فعل کم استعمال ہوتے ہیں۔

سوال: کس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے ان کا استعمال ہوتا ہے؟

جواب: جب کسی فعل میں تکرار پائی جائے تب ہی استعمال ہوگا۔ لہذا اگر کسی نے ایک مرتبہ مارا تو اس کے لئے ضرّاب نہیں کہا جائے گا اسی طرح دوسرے صیغوں کا استعمال بھی تکرارِ فعل کے موقع پر ہوگا۔

سوال: مبالغے کے اوزان کے لئے کیا کچھ شرائط ہیں؟

جواب: مبالغہ کے اوزان کی تفصیل وشرائط بالکل اسم فاعل کی طرح ہے۔

سوال: کیا تمام لوگ مبالغے کے اوزان کو عمل دلانے کے قائل ہیں یا اس میں اختلاف ہے؟

جواب: سیبویہ عمل دلاتے ہیں اور کوفیین منع کرتے ہیں۔

سوال: سیبویہ کی کیا دلیل ہے؟

جواب: سیبویہ کی دو دلیلیں ہیں: (۱) ایک تو سماع کہ ان کو عمل دلاتے ہوئے اہل عرب سے سنا گیا، (۲) مبالغہ کا صیغہ چونکہ اصل میں اسم فاعل ہی ہوتا ہے، مبالغہ کے معنی پیدا کرنے کے لئے ان اوزان پر اسے ڈھال لیا جاتا ہے تو اسی وجہ سے عمل دلانے میں انہیں اصل اسم فاعل کی طرح مان لیا گیا۔

سوال: کوفیین کی کیا دلیل ہے؟

جواب: کہتے ہیں کہ یہ صیغے مضارع کے اوزان اور اس کے معنی کے مخالف ہوتے ہیں، لہذا انہیں عمل نہیں دلایا جائے گا۔

سوال: مبالغہ کے اوزان کے بعد جو اسم منصوب ہوتا ہے جیسے اوپر اشعار میں گذرا، اس کا کوفیین کیا جواب دیتے ہیں؟

جواب: کہتے ہیں کہ وہاں ایک فعل مقدر ہوتا ہے وہی اس اسم کو نصب دیتا ہے، جیسے أنا ضرّاب زیدا کی تقدیر نکالیں گے أنا ضراب اضرب زیدا اسی وجہ سے کوفیین کے نزدیک اس اسم کو مبالغہ کے اوزان پر مقدم کرنا درست نہیں۔

سوال: کوفیین اسم منصوب کے اسم مبالغہ سے مقدم ہونے کو منع کرتے ہیں اس کا جمہور نے کیا جواب دیا ہے؟

جواب: جمہور کہتے ہیں کہ مقدم کرنا جائز ہے، اور اہل عرب کا قول ہے أما العسل فأنا شرّاب، اس سے کوفیین کی بات غلط ثابت ہوتی ہے۔

سوال: اسم مبالغہ کو عمل دلانے کے بارے میں بصریین کی کیا رائے ہے؟

جواب: بصریین تین اوزان کو تو عمل دلاتے ہیں؛ لیکن فعیل اور فعل کو وہ عمل نہیں دلاتے۔

سوال: جرمی کیا کہتے ہیں؟

جواب: [illegible] کے نزدیک چار اوزان تو عمل کرتے ہیں؛ لیکن فعیل کو عمل نہیں دلاتے۔

(۵) اسم مفعول

سوال: اسم مفعول کو عمل دلانے کی کیا شرط ہے؟

جواب: جو شرائط اسم فاعل کو عمل دلانے کے ہیں وہی اسم مفعول کو عمل دلانے کے بھی ہیں، جیسے اگر اس پر الف لام ہوگا تو کسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں کہا جائے گا جاء المضروب عبده اور اگر الف لام نہیں ہے تو عمل دلانے کے لئے شرط ہے کہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو۔ کہا جائے گا۔ زید مضروب عبده؛ لیکن اگر اس سے ماضی مراد ہو تو زید مضروب عبده کہنا درست نہ ہوگا۔ امام کسائی کا اس میں اختلاف ہے۔ اس طرح مضروب الزید کہنا بھی صحیح نہیں، کیوں کہ اس سے نفی استفہامیہ وغیرہ میں سے کچھ نہیں، اخفش کا اس میں اختلاف ہے۔ (یہ پوری تفصیل وہی ہے جو اسم فاعل کی بحث میں گذر چکی ہے)۔

(۶) صفت مشبہ

سوال: صفت مشبہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: یہ وہ صفت ہوتی ہے جو دوسرے کے مقابلے میں زیادتی کا معنی دینے کے لئے نہ بنائی گئی ہو؛ بلکہ اپنے موصوف کے اندر پائیداری کے ساتھ پائے جانے والے معنی کو بتائے، عارضی طور پر پائے جانے والے معنی پر دلالت نہ کرے، جیسے مررت برجل حسن الوجه میں "حسن"۔

سوال: صفت مشبہ اور اسم تفضیل میں کیا فرق ہے؟

جواب: اسم تفضیل مشارکت اور زیادتی پر دلالت کرتا ہے، جب کہ صفت مشبہ میں یہ معنی نہیں ہوتے، یہ تو صرف اپنے موصوف کے اندر پائیداری کے ساتھ معنی پر دلالت کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ جیسے مذکورہ مثال میں "حسن" ہے کہ اس شخص میں "حُسن" پائیدار ہے، فوری طور پر پیدا ہو جانے اور ختم ہو جانے والی چیز نہیں۔

سوال: اسم فاعل واسم مفعول اور صفت مشبہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: اسم فاعل اور اسم مفعول حدوث اور تجدد یعنی عارضی معنی پر دلالت کرتے ہیں (یعنی ان دونوں کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی عمل عارضی طور پر پایا جائے، جیسے مررت برجل ضارب عمرا، تو اس جگہ ضارب عارضی معنی پر دلالت کر رہا ہے یعنی آپ رجل ضارب اس وقت کہیں گے جب وہ مار رہا ہوگا، نہ اس کے بعد کہیں گے اور نہ پہلے، اسی طرح اسم

مفعول کا حال ہے) لیکن صفت مشبہ پائیداری پر دلالت کرتی ہے۔

سوال: صفت مشبہ کو صفت مشبہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: صفت مشبہ کی اصل تو یہ تھی کہ یہ اپنے معمول کو نصب نہ دے، کیوں کہ یہ فعل لازم سے مشتق ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ اس سے عارضی معنی مراد نہیں ہوتے جس کی وجہ سے یہ فعل سے مخالف ہوتی ہے؛ کیوں کہ فعل سے عارضی معنی مراد ہوتے ہیں۔ ان دو سبب کی وجہ سے اصلاً تو صفت مشبہ کو عمل نہیں کرنا چاہیے تھا؛ لیکن یہ اسم فاعل کے مشابہ ہوتی ہے، اس وجہ سے اسے اسم فاعل کا حکم دے دیا گیا۔ اسم فاعل سے مشابہت کی وجہ سے ہی اسے صفت مشبہ کہتے ہیں۔

سوال: اسم فاعل اور صفت مشبہ دونوں میں کیا چیز مشترک ہے یعنی وجہ شبہ کیا ہے؟

جواب: جس طرح اسم فاعل کی تثنیہ جمع اور مؤنث آتی ہے اسی طرح صفت مشبہ کی بھی آتی ہے، یہی وجہ شبہ ہے، جیسے حسن، حسنة، حسنان، حسنتان، حسنون، حسنات، جیسے اسم فاعل میں کہتے ہیں، ضارب، ضاربة، ضاربان، ضاربتان، ضاربون، ضاربات.

سوال: جس طرح صفت مشبہ کو اسم فاعل کے مشابہ قرار دیا گیا، کیا اسم تفضیل کو بھی اسم فاعل کے مشابہ قرار دیا جاسکتا ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ عام طور پر اسم تفضیل کی تثنیہ، جمع اور مؤنث نہیں آتی۔

سوال: صفت مشبہ کو اسم فاعل متعدی بیک مفعول سے مشابہ قرار دینے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مطلب یہ ہے کہ صفت مشبہ صرف ایک اسم کو نصب دیتی ہے۔

سوال: صفت مشبہ کو اسم فاعل سے مشابہ قرار دیا گیا؛ لیکن اسم مفعول سے مشابہ کیوں نہیں قرار دیا گیا؟

جواب: اس وجہ سے کہ اسم مفعول اور صفت مشبہ میں دو فرق ہیں: (۱) اسم مفعول معنی اور ذات پر دلالت نہیں کرتا ہے اور صفت مشبہ ان دونوں پر دلالت کرتی ہے، (۲) اسم مفعول کا مرفوع نائب فاعل ہوتا ہے، جب کہ صفت مشبہ مرفوع کا فاعل ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ دونوں چیز اسم فاعل میں پائی جاتی ہیں، اس لئے صفت مشبہ کو اسم فاعل کے مشابہ قرار دیا گیا)۔

سوال: صفت مشبہ اسم فاعل سے کتنی چیزوں میں مخالف ہوتی ہے؟

جواب: پانچ چیزوں میں۔

سوال: پہلی چیز کیا ہے؟

جواب: اسم فاعل ہمیشہ مضارع کے مطابق ہوتا ہے جیسے ضارب یضرب کے مطابق ہے، جبکہ

صفت مشبہ اکثر و بیشتر مضارع کے مطابق نہیں ہوتی ہے، جیسے حسن اور ظریف یحسن اور یظرف کے مطابق نہیں ہے، بہت کم مضارع کے مطابق ہوتی ہے جیسے طاهر اور ضامر یطهر اور یضمر کے مطابق ہیں۔ حتی کہ بعض نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ صفت مشبہ کبھی بھی مضارع کے مطابق نہیں ہوتی، حالانکہ ایسا نہیں ہے، لیکن اکثر مطابق نہیں ہوتی۔

سوال: آپ نے کہا کہ اسم فاعل ہمیشہ مضارع کے مطابق ہوتا ہے، لیکن داخل تو یدخل کے مطابق نہیں ہے۔ کیوں کہ داخل میں ''خ'' پر کسرہ ہے اور یدخل میں ''خ'' پر ضمہ؟

جواب: مطابقت کا اعتبار حرکت کا حرکت سے ہے نہ کہ بعینہ اس حرکت کا ہونا ضروری ہے، یعنی جس حرف پر مضارع میں حرکت ہے اسی حرف پر اسم فاعل میں بھی حرکت ہوگی، یہ ضروری نہیں کہ حرکت ایک ہی جیسی ہو۔

سوال: قائم اور یقوم میں تو یہ بات بھی نہیں؛ کیوں کہ قائم کا دوسرا حرف ساکن ہے جبکہ یقوم کا دوسرا حرف متحرک ہے؟

جواب: اصلاً یَقْوُمُ تھا، تیسرے حرف کی حرکت دوسرے پر آ گئی ہے، ورنہ دوسرا حرف اصلاً ساکن ہے اور اعتبار اصل کا ہے۔

سوال: دوسری چیز کیا ہے جس میں صفت مشبہ اسم فاعل سے مخالف ہوتی ہے؟

جواب: صفت مشبہ پائیداری پر دلالت کرتی ہے اور اسم فاعل حدوث و تجدد پر۔

سوال: تیسری چیز کیا ہے؟

جواب: اسم فاعل ماضی، حال اور استقبال ہر زمانہ کے لئے آتا ہے، اور صفت مشبہ صرف حال کے لئے۔

سوال: چوتھی چیز کیا ہے؟

جواب: صفت مشبہ کا معمول اس سے پہلے نہیں آسکتا۔ چنانچہ زید وجهه حسن میں وجهه کو منصوب یعنی حسن کا معمول مقدم کر کے نہیں پڑھ سکتے، جبکہ اسم فاعل میں زید ضارب اباه میں زید أباه ضارب کہہ سکتے ہیں۔

سوال: صفت مشبہ کا معمول اس پر مقدم کیوں نہیں کر سکتے جب کہ اسم فاعل میں ایسا کر سکتے ہیں؟

جواب: اسم فاعل قوی ہے کیوں کہ وہ فعل کی فرع ہے، اور صفت مشبہ کمزور ہے کیوں کہ وہ فعل کی فرع (اسم فاعل) کی فرع ہے۔

سوال: پانچویں چیز کیا ہے؟

جواب: صفت مشبہ کا معمول اجنبی نہیں ہوتا ہے، صرف سببی ہوتا ہے، جبکہ اسم فاعل کا معمول سببی بھی ہوتا ہے اور اجنبی بھی ہوتا ہے۔

سوال: سببی سے کیا مراد ہے؟

جواب: سببی سے مراد یہ ہے کہ صفت مشبہ کا معمول تین چیزوں میں سے ایک ہوتا ہے۔

سوال: پہلی چیز کیا ہے؟

جواب: یہ کہ اس کا معمول موصوف کی ضمیر سے متصل ہو جیسے مررت برجل حسن وجهه کہ وجهه جو صفت مشبہ کا معمول ہے اس میں موصوف "رجل" کی ضمیر ہے۔

سوال: دوسری چیز؟

جواب: اس کا معمول ایسی چیز سے ملا ہوا ہو جو ضمیر کے قائم مقام ہوتی ہے جیسے مررت برجل حسن الوجه، کہ یہاں "حسن" کا معمول "وجه" الف لام سے ملا ہوا ہے۔ اور الف لام "ضمیر" کے قائم مقام ہوتا ہے۔

سوال: تیسری چیز؟

جواب: اس کے معمول کے ساتھ موصوف کی ضمیر مقدر ہو جیسے مررت برجل حسن وجهاً، کہ وجهاً میں موصوف "رجل" کی ضمیر موجود تو نہیں ہے، لیکن مقدر ہے؛ کیوں کہ اصل ہے: وجهاً منه.

سوال: اسم فاعل کا معمول سببی بھی ہوتا ہے اس کی مثال؟

جواب: مررت برجل ضارب اباه کہ "أباه" جو ضارب کا معمول ہے اس میں رجل کی ضمیر ہے۔

سوال: اسم فاعل کا معمول اجنبی بھی ہوتا ہے اس کی مثال؟

جواب: مررت برجل ضارب عمرواً.

سوال: صفت مشبہ کے معمول کی کتنی حالتیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی حالت کیا ہے؟

جواب: یہ کہ صفت مشبہ کا معمول مرفوع ہو، جیسے مررت برجل حسن وجهُه.

سوال: صفت مشبہ کا معمول مرفوع کیوں ہوتا ہے؟

جواب: اس کی دو وجہیں ہیں۔

پہلی کیا ہے؟

سوال: یہ کہ فاعلیت کی بنیاد پر مرفوع ہو، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، اس صورت میں صفت مشبہ

جواب: میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی؛ بلکہ وہی مرفوع کلمہ فاعل ہوگا، کیوں کہ اگر اس میں فاعل کی ضمیر بھی پوشیدہ مانی جائے تو ایک ہی چیز کے دو فاعل ہو جائیں گے جو کہ جائز نہیں۔

سوال: دوسری وجہ کیا ہے؟

جواب: اس میں دوسری وجہ کی اجازت فارسی نے دی ہے، وہ یہ کہ صفت مشبہ میں فاعل کی ضمیر پوشیدہ مانی جائے اور اس کے معمول کو اسی ضمیر کا بدل مانا جائے، چنانچہ فارسی نے جنات عدن مفتحة لهم الأبواب میں اسی کے مطابق مفتحة میں نائب فاعل کی مرفوع ضمیر پوشیدہ کی ہے اور الأبواب کو اسی کا بدل بعض مانا ہے۔

سوال: صفت مشبہ کے معمول کی دوسری حالت کیا ہے؟

جواب: معمول پر نصب آئے، جیسے مررت برجل حسنٍ وجهاً. یا مررت برجل حسنٍ الوجهَ.

سوال: نصب آنے کی کیا وجہ ہوگی؟

جواب: جس معمول پر نصب آرہا ہے یا تو وہ نکرہ ہوگا یا معرفہ، اسی اعتبار سے نصب آنے کی وجہ الگ الگ ہوگی۔

سوال: اگر معمول نکرہ ہے تو نصب آنے کی کیا وجہ ہوگی؟

جواب: دو وجہیں ہو سکتی ہیں: (۱) تمیز کی بنیاد پر، یہی راجح ہے، (۲) مفعول بہ کی مشابہت کی بنیاد پر۔

سوال: اگر معمول معرفہ ہو تو نصب آنے کی کیا وجہ ہوگی؟

جواب: اس صورت میں صرف ایک وجہ ہوگی اور وہ ہے مفعول بہ سے مشابہت۔ اس صورت میں وہ تمیز کی وجہ سے منصوب نہیں ہو سکتا؛ کیوں کہ تمیز نکرہ ہوتی ہے، اور وہ معمول معرفہ ہوتا ہے۔ اگرچہ کوفیین کے نزدیک تمیز معرفہ بھی ہوتی ہے، لہذا ان کے نزدیک اس صورت میں بھی معمول کے منصوب کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ تمیز ہے۔

سوال: صفت مشبہ کے معمول کی تیسری حالت کیا ہوتی ہے؟

جواب: مجرور۔

سوال: معمول مجرور کب ہوگا؟

جواب: جب صفت مشبہ اس کی طرف مضاف ہو، جیسے مررت برجل حسن الوجہ۔

سوال: جر اور نصب والی حالت میں صفت مشبہ کا مرفوع کون ہوگا؟

جواب: اس میں ایک ضمیر پوشیدہ ہوگی، جو فاعل ہوگی۔

سوال: ان تینوں حالتوں میں اصل کیا ہے؟

جواب: رفع والی حالت اصل ہے، اس لئے کہ وہ معنی کے اعتبار سے سب سے کم ہے۔

سوال: معنی کے اعتبار سے کم ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مطلب یہ ہے کہ نصب اور جر والی صورت میں پہلے حسن کی نسبت ایک تمیز کی طرف ہو، پھر اس کے معمول کی طرف۔ اس میں کئی مرحلے ہیں، جب کہ مرفوع والی حالت میں حسن کی نسبت صرف اس کے فاعل کی طرف ہوجائے گی اور بات پوری ہوجائے گی۔

سوال: دوسرے نمبر پر کون سی حالت ہے؟

جواب: نصب والی اور پھر تیسرے نمبر پر جر والی۔

(۷) اسم تفضیل

سوال: اسم تفضیل کسے کہتے ہیں؟

جواب: اسم تفضیل ایسا صفتی صیغہ ہے جو شرکت اور زیادتی پر دلالت کرے، یعنی کسی صفت میں دو افراد شریک ہوں اور ایک اس میں دوسرے سے آگے نکل جائے، جیسے أعلم، أكثر، أفضل.

سوال: اسم تفضیل کی کتنی حالتیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی حالت کیا ہے؟

جواب: پہلی حالت وہ ہے جس میں اسم تفضیل کا مفرد اور مذکر ہونا لازم ہے۔

سوال: اسم تفضیل کا مفرد اور مذکر لانا کب لازم ہے؟

جواب: دو صورتوں میں مفرد اور مذکر لانا ضروری ہے۔

سوال: پہلی صورت کیا ہے؟

جواب: یہ کہ اسم تفضیل کے بعد مفضول (مفضل علیہ) پر مِنْ جارہ داخل ہو جیسے زيد أفضل من عمرو، الزيدان أفضل من عمرو، الزيدون أفضل من عمرو، الهند أفضل

من عمرو، الهندان أفضل من عمرو، الهندات أفضل من عمرو۔ واحد، تثنیہ، جمع مذکر، مؤنث سب کے لئے اسم تفضیل واحد بھی ہے اور مذکر بھی۔ قرآن میں ہے: إذ قالوا ليوسف وأخوه أحب إلى أبينا منا۔ اور قل إن كان آباؤكم وأبناؤكم وإخوانكم وأزواجكم وعشيرتكم وأموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومساكن ترضونها أحب إليكم من الله ورسوله وجهاد في سبيله " پہلی آیت میں تثنیہ کے لئے اور دوسری میں جمع کے لئے اسم تفضیل مفرد ہی ہے۔

سوال: دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: اسم تفضیل نکرہ کی طرف مضاف ہو، جیسے زید أفضل رجل، الزیدان أفضل رجلین، الزیدون أفضل رجال، هند أفضل امرأة، الهندان أفضل امرأتين۔ الهندات أفضل نسوة۔

جواب: اسم تفضیل کی دوسری حالت کیا ہے؟

سوال: دوسری حالت یہ ہے کہ اسم تفضیل اپنے موصوف کے مطابق ہو۔

سوال: اسم تفضیل موصوف کے مطابق کب ہوگا؟

جواب: جب اس پر الف لام ہو، جیسے زید الأفضل، الزیدان الأفضلان، الزیدون الأفضلون، هند الفضلى، الهندان الفضليان، الهندات الفضليات یا الفُضَل۔

سوال: اسم تفضیل کی تیسری حالت کیا ہے؟

جواب: تیسری حالت وہ ہے جس میں مطابق لانا اور نہ لانا دونوں صورتیں جائز ہوتی ہیں۔

سوال: دونوں صورتیں کب جائز ہوتی ہیں؟

جواب: جب اسم تفضیل معرفہ کی طرف مضاف ہو۔ جیسے الزیدان أفضل القوم۔ اور الزیدان أفضلا القوم دونوں جائز ہیں۔ قرآن میں ولتجدنهم أحرص الناس میں جمع کے لئے واحد اور وكذلك جعلنا في كل قرية أكابر مجرميها میں جمع کے لئے جمع استعمال کیا ہے۔

سوال: ابن السراج کیا کہتے ہیں؟

جواب: کہتے ہیں کہ اس صورت میں مطابق نہ لانا ہی ضروری ہے۔

سوال: ابن السراج کی یہ بات کہاں تک درست ہے؟

جواب: کوفیین نے اسے تسلیم نہیں کیا ہے اور وكذلك جعلنا فی كل قرية أكابر مجرميها سے ان کارد کیا ہے، کہ اس آیت میں مطابق ہی استعمال کیا گیا ہے۔

سوال: کیا اسم تفضیل کا مفعول آتا ہے؟

جواب: نہیں، اس پر تمام نحویین کا اتفاق ہے۔

سوال: إن ربك هو أعلم من ضل عن سبيله میں کیا 'من' أعلم کا مفعول نہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس کا مفعول آتا ہی نہیں ہے۔

سوال: کیا مذکورہ آیت میں 'أعلم'' من' کی طرف مضاف ہے؟

جواب: مضاف بھی نہیں، کیوں اسم تفضیل مضاف الیہ کا بعض ہوتا ہے اگر آیت میں مضاف کو مضاف الیہ کا جزء مان لیا جائے تو مطلب ہوگا أعلم المضلين (گمراہوں میں سب سے زیادہ جاننے والا) جو کہ غلط ہے۔

سوال: پھر ''من'' کا عامل کون ہے؟

جواب: ''يعلم'' محذوف ہے، اور حذف اس لئے کر دیا کہ ''أعلم'' اس پر دلالت کر رہا ہے۔

سوال: کیا اسم تفضیل اسم ضمیر کو رفع دیتا ہے؟

جواب: تمام نحویین کے نزدیک اسم تفضیل ضمیر مستتر کو رفع دیتا ہے، یعنی اس کا فاعل اس میں بھی ایک ضمیر ہوتی ہے، جیسے زيد أفضل من عمرو، تو أفضل میں فاعل کی ضمیر ہے جو زید کی طرف لوٹ رہی ہے۔

سوال: کیا اسم تفضیل اسم ظاہر کو رفع دیتا ہے؟

جواب: اس کے بارے میں اہل عرب میں دو گروہ ہیں۔

سوال: ایک گروہ کیا کہتا ہے؟

جواب: ایک گروہ کہتا ہے کہ (جس طرح اسم تفضیل ضمیر مستتر کو رفع دیتا ہے اسی طرح) اسم تفضیل اسم ظاہر کو مطلقاً رفع دیتا ہے، کوئی قید نہیں۔ جیسے مررت برجل أفضل منه أبوه۔ تو "أفضل'' رجل کی صفت ہے اور مجرور ہے، غیر منصرف ہونے کی وجہ سے اس پر فتحہ آیا ہے، اور 'أبوهٗ أفضل کا فاعل ہے۔

سوال: دوسرا گروہ کیا کہتا ہے؟

جواب: دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اسم تفضیل ہر جگہ تو اسم ظاہر کو رفع نہیں دیتا، صرف مسئلہ کحل میں رفع دیتا ہے۔

سوال: پہلے گروہ والوں نے مررت برجل أفضل منه أبوه کی جو مثال دی تھی دوسرے گروہ والے اس کی کیا توجیہ کرتے ہیں؟

جواب: کہتے ہیں کہ أفضل پر رفع پڑھنا ضروری ہے، یہ خبر مقدم ہے، اور أبوہ مبتدا مؤخر ہے۔ اور أفضل میں فاعل کی ضمیر ہے جو أبوہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔

سوال: ان دونوں میں سے کس گروہ کی لغت زیادہ استعمال ہوتی ہے؟

جواب: دوسرے گروہ کی، جو کہتے ہیں کہ اسم تفضیل صرف مسئلہ کحل میں ہی اسم ظاہر کو رفع دیتا ہے۔

سوال: یہ مسئلہ کحل کیا ہے؟

جواب: اس کا قاعدہ یہ ہے کہ کلام میں نفی ہو، اس کے بعد اسم جنس ہو، جو اسم تفضیل کا موصوف ہو، اس کے بعد ایک اسم (یعنی فاعل) ہو جو دو اعتبار سے مفضل ہو یعنی ایک اعتبار سے مفضل اور ایک اعتبار سے مفضل علیہ، جیسے ما رأیت رجلا أحسن فی عینه الکحل منه فی عین زید. تو اس مثال میں "أحسن" نے "الکحل" اسم ظاہر کو رفع دیا ہے۔

سوال: اگر کلام میں نفی کی جگہ نہی یا استفہام ہو تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: تب بھی یہی حکم ہوگا، نہی کی مثال: لا یکن احد أحب إلیه الخیر منه إلیك، استفہام کی مثال: هل رأیت رجلا أحسن فی عینه الکحل منه فی عین زید.

توابع کا بیان

سوال: توابع کسے کہتے ہیں؟

جواب: توابع ایسے کلمات کو کہتے ہیں جن پر اعراب دوسروں کی اتباع میں آتا ہے۔

سوال: توابع کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: پانچ: نعت، تاکید، عطف بیان، عطف نسق اور بدل۔

پہلی قسم: نعت

سوال: نعت کسے کہتے ہیں؟

جواب: نعت ایسا تابع ہے جو مشتق ہو، یا مشتق کی تاویل میں ہو، اپنے متبوع کے لفظ کے علاوہ کوئی اور لفظ ہو۔

سوال: نعت کی تعریف میں مشتق یا مؤول مشتق کہہ کر کیا مقصود ہے؟

جواب: مقصود یہ ہے کہ اس کی تعریف سے دوسرے تمام توابع نکل جائیں؛ کیوں کہ وہ مشتق نہیں ہوتے؛ بلکہ جامد ہوتے ہیں، جیسے تاکید جاء القوم أجمعون یاجاء زید زید، بیان اور بدل جیسے: جاء زید ابو عبداللہ، عطف نسق: جیسے: جاء زید وعمرو کہ سب جامد ہیں۔

سوال: ''اپنے متبوع کے لفظ کے علاوہ کوئی اور لفظ ہو'' کہہ کر کیا فائدہ ہوا؟

جواب: مشتق یا مؤول مشتق کہہ کر تمام توابع نکل گئے تھے، لیکن تاکید لفظی رہ گئی تھی، کیوں کہ تاکید لفظی کبھی کبھی مشتق بھی آتی ہے، جیسے جاء زید الفاضل الفاضل، ضرورت تھی کہ نعت کی تعریف سے اسے نکالا جائے، اس مقصد سے یہ جملہ کہا گیا۔

سوال: اوپر کہا گیا کہ نعت کے علاوہ تمام توابع جامد ہوتے ہیں، لیکن قال ابو بکر الصدیق اور قال عمر الفاروق میں الصدیق اور الفاروق جو عطف بیان یا بدل ہیں دونوں مشتق ہیں؟

جواب: ہیں تو مشتق؛ لیکن دونوں خلفاء کے لقب ہیں، جس کی وجہ سے علم کے درجہ میں آگئے ہیں۔

سوال: رأیت کاتبا وشاعرا میں معطوف بھی مشتق ہے جبکہ اوپر کہا گیا کہ نعت کے علاوہ تمام توابع جامد ہوتے ہیں؟

جواب: اصل میں ''شاعرا'' معطوف ہے ہی نہیں، معطوف تو رجلا ہے جو اس کا موصوف ہے اور محذوف ہے۔ (اسی طرح کاتبا حقیقت میں مفعول نہیں؛ بلکہ یہاں بھی رجلا محذوف ہے اور وہی اصلا مفعول ہے) جملے کی اصل ہے: رأیت رجلا کاتبا ورجلا شاعرا۔

سوال: نعت کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب: لغت کا فائدہ یہ ہے کہ یا تو وہ (۱) متبوع کی تخصیص کرے گی، جیسے مررت برجل کاتب (۲) یا معرفہ کی وضاحت کرے گی، جیسے مررت بزید الخیاط۔ یا (۳) متبوع کی مدح کرے گی جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم یا (۴) متبوع کی مذمت کرے گی، جیسے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، (۵) یا رحم پر دلالت کرے گی جیسے اللھم ارحم عبدك المسکین (۶) یا متبوع کی تاکید کرے گی جیسے تلك عشرة كاملة۔ فإذا نفخ فی الصور نفخة واحدة۔

سوال: اسم کی کتنی حالتیں ہوسکتی ہیں؟

جواب: دس: واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، معرفہ، نکرہ، مرفوع، منصوب، مجرور۔

سوال: ان دسوں میں سے ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ کسی اسم پر کتنی حالتیں آسکتی ہیں؟

جواب: چار۔ واحد، تثنیہ، جمع میں سے ایک، مذکر مؤنث میں سے ایک، معرفہ نکرہ میں سے ایک، مرفوع منصوب مجرور میں سے ایک، جیسے جاء نی زید، اس میں مفرد، مذکر، معرفہ اور مرفوع چار جمع ہیں، اگر جاء نی رجل کہیں تو اس میں مفرد، مذکر، نکرہ اور مرفوع ہیں، اگر رأیت زیدا کہیں تو اس میں مفرد، مذکر، منصوب، معرفہ جمع ہیں، وقس علی ھذا۔

سوال: نعت ان دس چیزوں میں سے کتنی چیزوں میں ہمیشہ اپنے متبوع کے مطابق ہوگی؟

جواب: بعض نحویین کے الفاظ سے لگتا ہے کہ نعت ہمیشہ دس میں سے چار چیزوں میں اپنے منعوت کے مطابق ہوگی، حالانکہ ایسا نہیں ہے؛ بلکہ ہمیشہ تو صرف پانچ میں سے دو میں مطابقت ضروری ہے، وہ پانچ یہ ہیں: رفع، نصب، جر، معرفہ، نکرہ، باقی مذکر مؤنث اور واحد تثنیہ جمع میں کبھی تو ان سے دو میں مطابق ہوگی اور کبھی نہیں ہوگی، جب صفت حقیقی ہوگی تو ان دونوں میں بھی مطابق ہوگی اور جب صفت سببی ہوگی تو صرف اوپر کے دونوں میں مطابقت ضروری ہے ان دونوں میں نہیں۔ (حقیقی اور سببی کی تفصیل آگے آرہی ہے)۔

سوال: کیا اعراب میں کبھی صفت موصوف کے خلاف آسکتی ہے؟

جواب: نہیں، کبھی نہیں۔

سوال: ھذا جحر ضب خربٍ میں تو موصوف یعنی جحر مرفوع ہے؛ لیکن "خرب" صفت مجرور ہے؟

جواب: پہلی بات تو یہ کہ اکثر ''اہل عرب'' ''خرب'' کو مرفوع پڑھتے ہیں۔ لہذا کوئی اشکال ہی نہیں، لیکن جو لوگ مجرور پڑھتے ہیں تو دراصل وہ مجرور کے پڑوس کی وجہ سے پڑھتے ہیں، جس کو جر جوار کہا جاتا ہے، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔ (۱۳۳) قد یؤخذ الجار بجرم الجار کہ کبھی کبھی پڑوسی کے جرم میں پڑوسی پکڑ لیا جاتا ہے۔

سوال: جر جوار دینے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

جواب: جر جوار کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دو ملے ہوئے کلموں میں مناسبت پیدا کر دیں گرچہ معنی اس کے مخالف ہوں۔ اس اعتبار سے ''خرب'' میں ضمہ مقدر ہوگا، جو اس وجہ سے ظاہر نہیں ہو رہا ہے کہ اس پر پڑوسی کی حرکت آئی ہوئی ہے۔ لہذا یہ ایسے ہی ہے جیسے الحمدلله میں حسن بصریؒ نے الله کی وجہ سے الحمد کی دال کو مکسور پڑھا ہے، اب کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ مبتدا بھی کبھی مرفوع نہیں ہوتا ہے؟ نہیں کہا جاسکتا ہے کیوں کہ یہ حرکت تو پڑوس کی وجہ سے آئی ہے ورنہ

مبتدا کا اعراب تو ہمیشہ رفع ہوتا ہے، اور جیسے کوئی کہتا ہے کہ رأیت زیدا یا مررت بزید اور آپ اس سے پوچھیں کہ من زیداً یا من زیدٍ تو ظاہر ہے کہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ خبر؟ نصب یا جر دے دیا گیا، بلکہ ایسا تو آپ نے اس لئے کہا کہ جو اعراب آپ کے مخاطب نے دیا تھا وہی آپ نے بھی ''اعراب حکائی'' کی بنیاد پر دے دیا۔

سوال: صفت حقیقی کیا ہے؟

جواب: صفت حقیقی جو اپنے موصوف میں پائی جانے والی کسی صفت کو بتائے جیسے جاء محمود الشاعر۔

سوال: یہ صفت کتنی چیزوں میں موصوف کے مطابق ہوتی ہے؟

جواب: یہ صفت دس میں سے چار چیزوں میں اپنے متبوع کے مطابق ہوتی ہے۔

سوال: صفت سببی کیا ہوتی ہے؟

جواب: یہ اپنے موصوف کے متعلق کی صفت بیان کرتی ہے جیسے هذا رجل عالم أبوه تو اس مثال میں ''عالم'' رجل کی صفت نہیں ہے؛ بلکہ اس کے متعلق ''أبوه'' کی صفت ہے۔

سوال: یہ کتنی چیزوں میں مطابق ہوتی ہے؟

جواب: یہ دس میں سے صرف دو میں مطابق ہوتی ہے یعنی اعراب میں اور معرفہ نکرہ میں، باقی تذکیر و تانیث میں اپنے فاعل کے مطابق ہوتی ہے، اور واحد تثنیہ جمع میں کسی کے مطابق نہیں ہوتی، بلکہ ہمیشہ مفرد ہی ہوتی ہے، کیوں کہ اس کا فاعل ظاہر ہوتا ہے، تذکیر و تانیث اور واحد تثنیہ جمع میں اس کا یہ حکم اس لئے ہوتا ہے کہ یہ صفت فعل کے درجہ میں ہوتی ہے، لہذا اگر اس جگہ پر فعل آجائے تو اس کا بھی یہی حکم ہوگا جو صفت کا ہے۔

سوال: صفت (سببی) اگر اپنے موصوف کی ضمیر کو رفع دے رہی ہو تو کتنی چیزوں میں مطابقت ہوگی؟

جواب: (اعراب اور معرفہ نکرہ میں تو مطابقت ہمیشہ ہوتی ہی ہے) اس صورت میں واحد تثنیہ جمع اور مذکر مؤنث میں بھی مطابقت ہو جائے گی، تو اس طرح دس میں سے چار چیزوں میں مطابقت پائی جائے گی جیسا کہ معربین نے کہا تھا، مثال: مررت برجل قائم، برجلین قائمین، برجال قائمين، بامرأة قائمة، بامرأتين قائمتين، بنسوة قائمات، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہاں فعل آجاتا ہے تو بھی اسی طرح استعمال کرتے، کہا جاتا مررت برجل قام، مررت برجلين قاما، مررت برجال قاموا، مرر

بامرأة قامت، مررت بامرأتين قامتا، مررت بنساء قمن۔

سوال: صفت (سببی) اگر اسم ظاہر کو رفع دے رہی ہے تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: (معرفہ نکرہ اور اعراب میں تو مطابقت ضروری ہوگی لیکن) اس صورت میں مذکر مؤنث اور واحد تثنیہ جمع میں اپنے موصوف کے مطابق نہ ہوگی، بلکہ مذکر مؤنث میں اسم ظاہر کے مطابق ہوگی، کہا جائے گا مررت برجل قائمة أمه، تو قائمة کو رجل کی وجہ سے مذکر نہیں لائیں گے بلکہ "أمــه" کی وجہ سے مؤنث لائیں گے جیسا کہ اگر یہاں فعل ہوتا تو کہتے مـررت برجل قامت أمه ،اسی طرح کہیں گے مررت بامرأة قائم ابوها، امرأة کی وجہ سے قـائمة نہیں کہیں گے؛ بلکہ أبـوهـا کی وجہ سے مذکر لائیں گے جیسا کہ فعل ہوتا تو کہتے، مررت بـامـرأة قام ابوها، قرآن میں ہے، ربـنـا أخـرجـنا من هذه القرية الـظالم أهلها. اور باقی ہر حال میں واحد ہی آئے گی، کہیں گے، مـررت برجلين قائم ابـواهـما، مررت رجـال قائم آباء هم، جیسا کہ قـائم کی جگہ فعل ہوتا تو کہتے قام ابواهما، او قام آباؤهم۔

سوال: جو لوگ فاعل کے حساب سے فعل کو تثنیہ اور جمع لانے قائل ہیں کیا ان کے مطابق ایسے موقع پر صفت کو بھی تثنیہ اور جمع لایا جا سکتا ہے؟

جواب: لایا جا سکتا ہے، ان حضرات کے مطابق صفت کو تثنیہ اور جمع سالم لا سکتے ہیں، جیسے مـــررت برجلين قائمين ابواهما، مررت برجال قائمين آباؤهم۔

سوال: اگر اسم ظاہر جمع ہو تو کیا صفت کو جمع مکسر لا سکتے ہیں؟ اگر لا سکتے ہیں تو سب کے نزدیک یا کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: بالاتفاق لا سکتے ہیں، جیسے مـررت بـرجـال قـيـام آبـاء هـم، مـررت برجل قعود غلمانه۔

سوال: ایسے موقع پر صفت کو واحد لانا بہتر ہے یا جمع مکسر؟

جواب: جمع مکسر لانا زیادہ بہتر ہے۔ (اور جمع صحیح لانے سے مفرد لانا ہی صحیح ہے)

سوال: اگر موصوف صفت کے بغیر بھی معلوم ومشہور ہو تو صفت کے اعراب کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں صفت کو موصوف کے تابع بھی لا سکتے ہیں، اور الگ بھی لا سکتے ہیں۔

سوال: اگر تابع نہ لائیں تو اس پر کیا اعراب آئے گا؟

جواب: رفع بھی آسکتا ہے، مبتدا پوشیدہ مان کر، اور نصب آسکتا ہے فعل محذوف مان کر جیسے أذم، أمدح، أعني وغیرہ۔ صفت مدح کی مثال: الحمد لله رب العالمین، اس میں سیبویہ نے تابع بنا کر جر پڑھنے کی اجازت دی ہے اور أمدح مقدر مان کر نصب کی اور "ھو" مقدر مان کر رفع کی بھی، اور سیبویہ نے یہ بیان کیا ہے کہ میں نے بعض اہل عرب کو ربَّ العلمین منصوب پڑھتے ہوئے سنا تو میں نے یونس سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ بھی عربی ہی ہے یعنی قاعدے کے مطابق ہے۔ صفت مذمت کی مثال: وامراته حمالة الحطب، جمہور نے تابع بنا کر حمالة مرفوع پڑھا ہے جبکہ عاصم نے "أذم" مقدر مان کر منصوب پڑھا ہے۔ صفت ترحم کی مثال: مررت بزید المسکین، اتباع کی وجہ سے جر اور أرحم مقدر مان کر نصب اور "ھو" مقدر کر مان کر رفع تینوں صحیح ہیں۔ صفت توضیح کی مثال: مررت بزید التاجر، اعنی مان کر نصب، ھو مان کر رفع اور اتباع کی بنیاد پر جر تینوں صحیح ہیں۔

سوال: صفت کو تابع بنانے نہ بنانے میں کیا اس میں کوئی فرق ہے کہ موصوف حقیقۃً مشہور ہو یا متکلم اسے مشہور سمجھ کر (ادعاءً) ایسا کرے؟

جواب: کوئی فرق نہیں۔ سیبویہ نے اپنی کتاب میں اس کی صراحت کی ہے کہ مررت بقومك الكرام میں نصب اور رفع بھی جائز ہے، جبکہ آپ مخاطب کو ایسا سمجھیں کہ گویا کہ وہ ان کو جانتا ہے۔

دوسری قسم: تاکید

سوال: تاکید کو کس طرح ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: الف کے ساتھ بھی تاکید اور ہمزہ کے ساتھ بھی تأکید۔

سوال: تاکید کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: لفظی، اور معنوی۔

سوال: تاکید لفظی کسے کہتے ہیں؟

جواب: اس تاکید کو کہتے ہیں جس میں پہلے ہی والے لفظ کو بطور تاکید دوبارہ لایا جائے، چاہے اسم ہو جیسے شعر ہے۔

(۱۳۴) أخاك أخاك، إن من لا أخا له — كساعٍ إلى الهيجا بغير سلاح

پہلا "أخاك" تو الزم یا احفظ جیسے فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے اور دوسرا اس کی

تاکید ہے۔

یا چاہے فعل ہو جیسے ۔

(۱۳۵) فأين إلى أين النجاة ببغلتي أتاك أتاك اللاحقون احبس احبس

سوال: أتاك أتاك اللاحقون میں لاحقون کون سے أتاك کا فاعل ہے؟

جواب: اس سلسلے میں تین قول ہیں۔

سوال: پہلا قول کیا ہے؟

جواب: اللاحقون پہلے أتاك کا فاعل ہے، اور دوسرے أتاك کا کوئی فاعل نہیں، کیوں کہ وہ اسناد کے لئے لایا ہی نہیں گیا ہے، وہ تو محض تاکید کے طور پر لایا گیا ہے۔

سوال: دوسرا قول کیا ہے؟

جواب: لاحقون بیک وقت دونوں کا فاعل ہے، اس لئے کہ أتاك أتاك لفظاً اور معنیً ایک ہی ہیں جس کی وجہ سے دونوں ایک ہی کلمہ کی طرح ہیں۔

سوال: تیسرا قول کیا ہے؟

جواب: یہ تنازع کے باب سے ہے، دونوں فعل ''لاحقون'' کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔

سوال: اس تیسرے قول پر کیا اعتراض کیا گیا ہے؟

جواب: اگر باب تنازع سے ہوتا تو ایک فعل میں ضمیر پوشیدہ ہوتی، اگر پہلے کو عمل دلاتے تو أتاك أتوك اللاحقون ہوتا، اور اگر دوسرے کو عمل دلاتے تو أتوك أتاك اللاحقون ہوتا۔

سوال: تاکید لفظی جو حرف ہو اس کی مثال دیجیے؟

جواب: شعر ۔ (۱۳۶) لا لا أبوح بحب بثنة أخذت علىّ مواثقا وعهوداً

سوال: کیا كلا إذا دكت الارض دكاً دكاً، میں دكاً دكاً اور وجاء ربك والملك صفاً صفاً میں صفاً صفاً تاکید کے لئے آیا ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: تاکید کیوں نہیں؟

جواب: اس لئے کہ اس کے معنی دكاً بعد دك اور صفاً بعد صف ہیں، یعنی اس عمل میں زور اور تاکید کے معنی مقصود نہیں؛ بلکہ اس جملہ کی تکرار اور بار بار ہونا مقصود ہے۔ جیسے کہ علمته الحساب باباً باباً میں یہ مطلب نہیں کہ ایک ہی باب سکھایا؛ بلکہ مطلب ہوتا ہے کہ ایک

باب کے بعد دوسرا باب، دوسرے باب کے بعد تیسرا۔

سوال: کیا کچھ نحویین نے ان دونوں آیتوں میں تاکید بھی مانی ہے۔

جواب: ہاں، بہت سے نحویین نے انھیں تاکید مانا ہے۔

سوال: کیا مؤذن کا قول **الله اکبر، الله اکبر** تاکیدِ جملہ کی قبیل سے ہے؟

جواب: ابن جنی کے نزدیک تو تاکید کے لئے ہے؛ لیکن دوسرے حضرات کے نزدیک دوسرا جملہ پہلے جملے کی تاکید نہیں؛ بلکہ مستقل جملہ ہے۔

سوال: کیا **قد قامت الصلوة، قد قامت الصلوة** میں دوسرا جملہ پہلے جملے کی تاکید ہے؟

جواب: ہاں؛ کیوں کہ اس میں دوسری بار جو کہہ رہا ہے وہ پہلے کی تاکید ہے، جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جلدی آؤ، ورنہ جماعت چھوٹ جائے گی۔

سوال: تاکید معنوی کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس میں کوئی لفظ تو مکرر نہیں لایا جاتا ہے؛ لیکن خاص الفاظ کے ذریعہ تاکید پیدا کردی جاتی ہے۔

سوال: تاکید معنوی کے لئے کون کون سے الفاظ آتے ہیں؟

جواب: نفس، عین، کل، کلا، کلتا، أجمع جمعاء وغیرہ۔

سوال: نفس اور عین کس معنی میں استعمال ہوتے ہیں؟

جواب: یہ ذات (متبوع) سے احتمال کو ختم کرنے کے لئے آتے ہیں، جیسے آپ نے کہا جاء زید، تو اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ زید خود آیا ہو اور یہ بھی کہ اس کا خط یا اس کی خبر آئی ہو؛ لیکن جب آپ نے نفسه (یا عینه) کہہ دیا تو دوسرا احتمال ختم ہوگیا۔

سوال: ان دونوں کا استعمال کس طرح ہوتا ہے؟

جواب: ان دونوں میں ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مؤکد کی طرف لوٹے۔

سوال: کیا عین اور نفس سے الگ الگ تاکید لائی جائے گی یا دونوں سے بیک وقت بھی تاکید لا سکتے ہیں؟

جواب: الگ الگ بھی لا سکتے ہیں، اور ایک ساتھ بھی۔

سوال: اگر دونوں کو ایک ساتھ لائیں تو کیا شرط ہے؟

جواب: شرط یہ ہے کہ پہلے نفس کو لایا جائے، مثال: جاء زید نفسه عینه۔

سوال: کیا جاء زید عینه نفسه کہنا صحیح ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ دونوں ایک ساتھ ہیں اور نفس کو پہلے نہیں لایا گیا ہے جبکہ اس کو پہلے لانا ضروری ہوتا ہے۔

سوال: اگر مؤکد مفرد ہے تو عین اور نفس کو کس طرح استعمال کیا جائے گا؟

جواب: اگر مؤکد مفرد ہے تو ان دونوں کو بھی مفرد لانا ضروری ہے، جاء زید نفسه، عینه۔

سوال: اگر مؤکد تثنیہ ہے تو؟

جواب: اس صورت میں ان دونوں کو تثنیہ بھی لاسکتے ہیں جیسے جاء الزیدان نفساهما، عیناهما؛ لیکن چونکہ اس صورت میں دو تثنیہ جمع ہورہے ہیں جو پسندیدہ نہیں، اس وجہ سے اگر مؤکد تثنیہ ہے تو ان دونوں کو جمع لانا ہی بہتر ہے، کہا جائے گا جاء الزیدان أنفسهما، أعینهما۔

سوال: اگر مؤکد جمع ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مؤکد جمع ہے تو ان دونوں کو بھی جمع لانا واجب ہے، جیسے: جاء الزیدون أنفسهم، أعینهم: جاء ت الهندات أنفسهن أعینهن۔

سوال: نفس اور عین کی جمع کس وزن پر آئے گی۔

جواب: أفعُل کے وزن پر۔

سوال: کل کس معنی میں تاکید کے لئے آتا ہے؟

جواب: خصوص کے احتمال کو عموم کے لفظ سے دور کرنے کے لئے آتا ہے۔ یعنی اس کی وجہ سے یہ بات طے ہوجاتی ہے کہ یہ کام کچھ خاص لوگوں نے نہیں کیا بلکہ سب اس میں شریک تھے، جیسے کسی نے کہا ''جاء القوم'' تو اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ سب آئے اور یہ بھی کہ بعض آئے، ہوسکتا ہے کہ آپ نے قوم سے بعض مراد لیا ہو، لیکن جب کلهم کہدیا تو بعض کا احتمال ختم ہوگیا۔

سوال: کل سے تاکید کتنی شرطوں کے ساتھ لائی جاسکتی ہے؟

جواب: تین شرطوں کے ساتھ۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: جس کی تاکید لائی گئی ہے وہ تثنیہ نہ ہو، یا تو مفرد ہو یا جمع۔

سوال: دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: بذات خود مؤکد کے یا مؤکد کے عامل کے اجزاء ہوسکتے ہوں۔

سوال: مؤکد کے اجزاء ہو سکنے کی مثال؟

جواب: ''فسجد الملائكة كلهم أجمعون'' کہ ملائکہ کے اجزاء ہو سکتے ہیں، کہ یہ ہو سکتا ہے بعض نے سجدہ کیا ہو اور بعض نے نہ کیا ہو۔

سوال: مؤکد کے عامل کے اجزاء ہو سکنے کی مثال؟

جواب: ''اشتریت العبد كله'' ظاہر ہے کہ غلام کی ذات کے تو اجزاء نہیں ہو سکتے لیکن ''عبدہ'' کے عامل یعنی ''اشتری'' کے اجزاء ہو سکتے ہیں، کہ کچھ حصہ کسی نے خریدا ہو اور کچھ کسی نے۔

سوال: جاء زید كله کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ دوسری شرط مفقود ہے، نہ تو مؤکد "زید" کے اجزاء ہو سکتے ہیں، اور نہ ہی "جاء" کے۔

سوال: تیسری شرط کیا ہے؟

جواب: ''کل'' سے ایک ضمیر ملی ہو جو مؤکد کی طرف لوٹ رہی ہو۔

سوال: إنا كل فيها میں کیا کل تاکید کے لئے آیا ہے؟

جواب: نہیں، کیوں کہ تیسری شرط نہیں پائی جا رہی ہے، اس میں کوئی ضمیر نہیں ہے، البتہ زمخشری اور فراء کا اس میں اختلاف ہے، وہ اسے تاکید کے لئے مانتے ہیں۔

سوال: كلا اور كلتا کس معنی میں استعمال ہوتے ہیں؟

جواب: تاکید میں یہ وہی معنی دیتے ہیں، جو کل کے ہوتے ہیں، یعنی خصوص کے احتمال کو ختم کرتے ہیں، جیسے کسی نے کہا: جاء الزیدان تو اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں ایک ساتھ آئے اور بظاہر یہی معنی ہیں، لیکن ان میں سے کسی ایک کے آنے کا بھی احتمال ہے کہ ایک زید آیا، لیکن جب كلاهما کہہ دیا تو دوسرا احتمال ختم ہو گیا۔

سوال: جاء الزیدان میں ایک زید کے آنے کا احتمال کیسے ہو سکتا ہے جب کہ الزیدان تثنیہ ہے؟

جواب: ظاہراً تو یہی معنی ہیں کہ دونوں آئے، لیکن ایک کے آنے کا بھی احتمال ہو سکتا ہے، کہ کبھی تثنیہ سے بھی واحد مراد ہوتا ہے، جیسے ''لولا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم'' کہ اس میں على رجل من القريتين سے على رجل من إحدى القريتين مراد ہے۔

سوال: كلا اور كلتا سے تاکید لانے کی کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: چار۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: مؤکد تثنیہ ہو۔

سوال: دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: ان دونوں کی جگہ پر واحد کا آنا صحیح ہو، یعنی عامل ایسا نہ ہو جو شرکت کے معنی پر دلالت کرتا ہو، کہ اس میں واحد مراد ہو ہی نہیں سکتا جیسے اشترک۔

سوال: کیا ''اختصم الزيدان كلاهما'' کہنا صحیح ہوسکتا ہے؟

جواب: نہیں، کیوں کہ دوسری شرط مفقود ہے، اس کی جگہ اختصم أحد الزيدان نہیں آسکتا؛ اس لئے کہ خصومت کم از کم دو میں ہوتی ہے۔

سوال: تیسری شرط کیا ہے؟

جواب: جس فعل کی ان دونوں کی طرف اسناد کی گئی ہے ان دونوں کے معنی مختلف نہ ہوں۔

سوال: کیا "مات زيد وعاش عمرو كلاهما" کہنا صحیح ہے؟

جواب: نہیں، اس لئے کہ تیسری شرط مفقود ہے، عاش اور مات دونوں کے معنی الگ الگ ہیں۔

سوال: چوتھی شرط کیا ہے؟

جواب: دونوں سے ایک ضمیر ملی ہو جو مؤکد کی طرف لوٹ رہی ہو۔

سوال: أجمع اور جمعاء سے تاکید کس طرح آتی ہے؟

جواب: عام طور سے ان کے ذریعہ تاکید کل کے بعد لائی جاتی ہے، جیسے جاء القوم كلهم أجمعون۔

سوال: کیا أجمع اور جمعاء میں بھی مؤکد کی ضمیر کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: نہیں، اسی وجہ سے کہا جاسکتا ہے ''اشتريت العبد كله أجمع، اشتريت الأمة كلها جمعاء" اشتريت العبيد كلهم أجمعين، اشتريت الإماء كلهن جمع، قرآن میں ہے ''فسجد الملائكة كلهم أجمعون''۔

سوال: اگر ان سے پہلے کل نہ ہو تو کیا ان سے تاکید لائی جاسکتی ہے؟

جواب: لائی جاسکتی ہے، قرآن میں ہے ''لأغوينهم أجمعين، وإن جهنم لموعدهم أجمعين، حدیث میں ہے ''إذا صلى الإمام جالساً فصلوا جلوساً

أجمعون "(أجمعون: صلوا کی ضمیر کی تاکید کی وجہ سے مرفوع بھی پڑھا گیا ہے اور اس کا حال بنا کر منصوب بھی؛ لیکن حال بنانا ضعیف ہے؛ کیوں کہ حال نکرہ ہوتا ہے اور یہ اضافت کی نیت کی وجہ سے معرفہ ہوتا ہے؛ اس لیے کہ یہ نیۃً مضاف ہوتا ہے، جس کا مضاف الیہ محذوف ہوتا ہے۔)

سوال: کیا أجمع اور جمعاء کی تثنیہ آتی ہے؟

جواب: جمہور بصریین کے نزدیک نہیں آتی؛ کیوں کہ أجمعان اور جمعاوان نہیں سنا گیا ہے۔

نعت اور تاکید کا فرق

سوال: نعت اور تاکید کتنے مسئلوں میں مختلف ہیں؟

جواب: دو میں۔

سوال: پہلا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: یہ کہ اگر کئی نعتیں آجائیں تو ان کو حرف عطف کے ساتھ لانے نہ لانے کا اختیار ہوتا ہے، لیکن تاکید میں بغیر حرف عطف کے ہی لانا ضروری ہوتا ہے۔

سوال: کئی نعتوں کو حرف عطف کے ساتھ لانے کی مثال؟

جواب: "سبح اسم ربك الأعلى الذي خلق فسوى، والذي قدر فهدى والذي أخرج المرعى "اور شاعر کا یہ شعر۔

إلى الملك القرم وابن الهمام (۱۳۷) وليث الكتيبة في المزدحم

سوال: کئی نعتوں کو بغیر حرف عطف کے لانے کی مثال؟

جواب: "ولا تطع كل حلاف مهين، هماز مشاء بنميم، مناع للخير معتد أثيم ...الآية۔

سوال: کیا اگر تاکیدیں کئی ہوں تو ان کے درمیان حرف عطف لا سکتے ہیں؟

جواب: نہیں، اسی وجہ سے جاء زيد نفسه وعينه اور جاء القوم كلهم و أجمعون کہنا صحیح نہیں ہے، حرف عطف کو ہٹانا ضروری ہے۔

سوال: نعت میں حرف عطف لانے کی اجازت کیوں ہے اور تاکید میں کیوں نہیں؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ الفاظ تاکید ایک ہی معنی میں ہوتے ہیں، اور کسی چیز کو اسی پر عطف نہیں کیا جاتا، برخلاف نعت کے کہ ان کے معانی مختلف ہوتے ہیں، اس

عطف کیا جا سکتا ہے۔

سوال: دوسرا مسئلہ کیا ہے جس میں نعت اور تاکید مختلف ہوتے ہیں؟

جواب: نعت جس طرح معرفہ کی آتی ہے اسی طرح نکرہ کی بھی آتی ہے، لیکن تاکید نکرہ کی نہیں آتی۔

سوال: جاء رجل نفسه کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ مؤکد نکرہ ہے۔

سوال: تاکید نکرہ کی کیوں نہیں آتی؟

جواب: کیوں کہ الفاظ تاکید معرفہ ہوتے ہیں، اس لئے وہ نکرہ کی تاکید نہیں کریں گے۔

سوال: لیکن اس شعر (۱۳۸) لكنه شاقه أن قيل ذا رجب يا ليت عدة حول كله رجب میں تو ''حول'' نکرہ ہے، پھر بھی اس کی تاکید آئی ہے؟

جواب: یہ شعر شاذ ہے۔

تیسری قسم: عطف بیان

سوال: عطف کے لغت میں کیا معنی ہیں؟

جواب: کسی چیز سے پھرنے کے بعد پھر اسی کی طرف لوٹنا۔

سوال: اصطلاح میں عطف کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: عطف نسق اور عطف بیان۔

سوال: عطف بیان کسے کہتے ہیں؟

جواب: عطف بیان وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کی وضاحت یا تخصیص کرے، جامد غیر مؤول ہو، یعنی ایسا جامد نہ ہو جس کی مشتق سے تاویل ہو جاتی ہے۔

سوال: عطف بیان کی تعریف میں ''موضح اور مخصص'' کہہ کر کیا فائدہ حاصل ہوا؟

جواب: اس سے تاکید جیسے ''جاء زيد نفسه اور عطف نسق جیسے جاء زيد وعمرو اور بدل جیسے أكلت الرغيف ثلثه عطف بیان کی تعریف سے نکل گئے کیوں کہ یہ سب تخصیص وتوضیح نہیں کرتے۔

سوال: جامد کہہ کر کیا فائدہ ہوا؟

جواب: جامد کہہ کر اس کی تعریف سے نعت خارج ہوگئی؛ کیوں کہ نعت مشتق ہوتی ہے، صرف موضح اور

مخصص کہہ کر نعت عطف بیان کی تعریف سے خارج نہیں ہوتی؛ کیوں کہ نعت بھی موضح ہوئی ہے جیسے جاء زید التاجر اور مخصص بھی ہوتی ہے جیسے جاء رجل تاجر؛ لیکن یہ جامد نہیں ہوتی۔

سوال: غیر مؤول کہہ کر کیا فائدہ ہوا؟

جواب: کبھی کبھی نعت بھی جامد ہوتی ہے جیسے مررت بزید هذا اور مررت بقاع عرفج؛ لیکن وہ مشتق کی تاویل میں ہوتی ہے؛ کیوں کہ پہلے جملے میں مررت بزید المشار الیہ اور دوسرے جملے میں بقاع خشن کی تاویل میں ہے، غیر مؤول کہہ کر اس طرح کی نعت بھی نکل گئی؛ کیوں کہ عطف بیان جامد محض ہوتا ہے۔

سوال: عطف بیان کس معنی کے لیے آتا ہے؟

جواب: متبوع کی وضاحت کے لئے یا اس کی تخصیص کے لئے۔

سوال: عطف بیان کتنی چیزوں میں اپنے متبوع کے تابع ہوتا ہے؟

جواب: ان تمام چیزوں میں جن میں نعت منعوت کے تابع ہوتی ہے۔ اس عطف بیان کی مثال جو اپنے متبوع کی وضاحت کرے ''أقسم بالله أبو حفص عمر اور اس کی مثال جو متبوع کی تخصیص کرے جیسے هذا خاتم حدید۔

سوال: هذا خاتم حدید کو کتنی طرح پڑھا جاسکتا ہے؟

جواب: تین طرح۔

سوال: پہلی صورت کیا ہے؟

جواب: اضافت معنوی کی وجہ سے مجرور، جیسے هذا خاتم حدیدٍ یعنی هذا خاتم من حدید۔

سوال: دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: نصب کے ساتھ، جیسے هذا خاتم حدیداً۔

سوال: نصب کس وجہ سے دیا جاسکتا ہے؟

جواب: تمیز کی بنیاد پر، اور بعض نے کہا ہے کہ حال کی بنیاد پر۔

سوال: تیسری صورت کیا ہے؟

جواب: تابع بنا کر رفع کے ساتھ، جیسے هذا خاتم حدیدٌ۔

سوال: کیا تینوں طرح سے پڑھنا سب کے نزدیک صحیح ہے؟

کے نزدیک صحیح ہے؛ لیکن اختلاف اس میں ہے کہ تابع بنائیں گے تو کونسا تابع ہوگا؟

جواب: ہاں، سب

سوال: کیا اختلاف ہے؟

جواب: اوپر گذرا ہے کہ نصب بھی پڑھ سکتے ہیں اور نصب پڑھنے کی وجہ کے بارے میں دو رائیں تھیں، ایک رائے تھی کہ تمیز کی بنیاد پر اور دوسری تھی کہ حال کی بنیاد پر، جو لوگ تمیز کی بنیاد پر نصب مانتے ہیں ان کے نزدیک تابع بنایا جائے تو عطف بیان ہوگا، اور جو حال کی بنیاد پر نصب مانتے ہیں ان کے نزدیک اگر تابع بنایا جائے تو تابع صفت ہوگا۔

سوال: عطف بیان بنانا زیادہ صحیح ہے یا صفت؟

جواب: عطف بیان؛ کیوں کہ حدید جامد محض ہے اور عطف بیان جامد محض ہوتا ہے؛ لیکن صفت جامد محض نہیں ہوتی۔

سوال: دوسری صورت میں حال بنانا زیادہ اچھا ہے یا تمیز؟

جواب: تمیز بنانا؛ کیوں کہ حال مشتق ہوتا ہے اور تمیز جامد، اور یہ بھی جامد ہے۔

سوال: کیا عطف بیان کا متبوع نکرہ ہوسکتا ہے؟

جواب: بعض کے نزدیک نہیں ہوسکتا؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ ہوسکتا ہے۔

سوال: صحیح ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب: قرآن میں ہے ویسقی من ماء صدید۔ اس میں صدید کو عطف بیان مانا گیا ہے جب کہ اس کا متبوع ''ماء'' نکرہ ہے، اسی طرح ''أو کفارة طعام مساکین'' کے بارے میں فارسی نے کہا ہے کہ طعام کو بدل بھی بنایا جاسکتا ہے اور عطف بیان بھی، حالانکہ یہاں بھی متبوع نکرہ ہے۔

سوال: کیا ہر وہ کلمہ جسے عطف بیان بناسکتے ہیں اسے بدل کل بھی بنایا جاسکتا ہے؟

جواب: صرف ایک صورت مستثنی ہے، باقی ہر جگہ بنا سکتے ہیں۔

سوال: کیا صورت مستثنی ہے؟

جواب: جب تابع متبوع کی جگہ پر نہ آسکتا ہو تو عطف بیان کو بدل کل نہیں بنا سکتے، اور اگر تابع متبوع کی جگہ پر بغیر کسی رکاوٹ کے آسکتا ہو تو عطف بیان کو بدل بھی بنا سکتے ہیں۔

سوال: کس طرح کی مثالوں میں تابع متبوع کی جگہ پر نہیں آسکتا؟

جواب: جیسے (۱۳۹) أنا ابن التارك البکری بشرٍ علیه الطیر ترقبه وقوعاً

اس شعر میں البکری متبوع ہے اور بشر تابع ہے؛ لیکن اس میں البکری کی جگہ بشر نہیں آسکتا، کیوں کہ اگر ایسا کریں تو "أنا ابن التارك بشرٍ" ہو جائے گا، اس صورت میں معرف باللام کلمہ کی اضافت غیر معرف باللام کلمہ کی طرف ہوگی جو کہ صحیح نہیں، اس وجہ سے یہاں بشر عطف بیان ہی ہوگا، بدل کل نہیں ہو سکتا۔

اور جیسے (۱۴۰) أیا أخوینا عبد شمس ونوفلا أعیذ کما بالله أن تحدثا حرباً

اس میں أخوینا متبوع ہے اور عبد شمس ونوفلا تابع۔ اگر تابع کو متبوع کی جگہ رکھیں تو "أیا عبد شمس ونوفلا" ہو جائے گا جو کہ صحیح نہیں؛ کیوں کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب منادی پر غیر معرف باللام کا عطف کیا جائے تو اس پر وہی اعراب آتا ہے جو خود منادی ہونے کی صورت میں اس پر آتا۔ اور اگر نوفلا خود منادی ہوتا تو یا نوفل ہوتا، یا نوفلا نہیں ہوتا۔ اسی طرح عطف کی صورت میں بھی أیا عبد شمس ونوفل ہونا چاہیے تھا؛ لیکن یہاں نوفلا ہے، اس وجہ سے عبد شمس ونوفلا عطف بیان ہی ہوں گے، بدل نہیں۔

چوتھی قسم: عطف نسق

سوال: عطف نسق کسے کہتے ہیں؟

جواب: عطف نسق ایسا تابع ہے کہ اس کے اور متبوع کے درمیان کوئی حرف عطف ہو۔

سوال: واؤ کس معنی میں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: سیرافی کہتے ہیں کہ بصرہ اور کوفہ کے تمام نحویین اور لغویین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ واؤ بغیر ترتیب کے صرف جمع کے معنی پر دلالت کرتا ہے، یعنی اس میں اس ترتیب کا پتہ نہیں چلتا کہ واؤ سے پہلے والے نے کام پہلے کیا اور بعد والے نے بعد میں، بلکہ صرف یہ معنی ہوتے ہیں کہ دونوں نے کام کیا۔

سوال: جاء زید وعمرو کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟

جواب: تین مفہوم ہو سکتے ہیں، یہ تو واضح ہے کہ آنے میں دونوں شریک ہیں یعنی دونوں ہی آئے ہیں؛ لیکن پھر اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) دونوں ساتھ آئے، (۲) ذکر کردہ ترتیب سے آئے یعنی پہلے زید پھر عمرو، (۳) ذکر کردہ ترتیب کے برعکس آئے یعنی پہلے عمرو پھر زید، لہذا محض واؤ کی وجہ سے یہ نہیں پتہ چل سکتا کہ پہلے کون آیا؛ کیوں کہ واؤ ترتیب پر دلالت ہی نہیں کرتا۔

سوال: اگر کہیں ان تین مفہوموں میں سے کوئی ایک خاص مفہوم سمجھ میں آجائے تو اس کی کیا وجہ ہوگی؟

جواب: جو خاص مفہوم بھی سمجھ میں آجائے تو وہ واؤ کی وجہ سے نہیں ہوگا؛ بلکہ کسی دوسرے قرینہ کی وجہ سے سمجھ میں آسکتا ہے، جیسے وإذ يرفع إبراهيم القواعد من البيت وإسماعيل میں معیت کا مفہوم سمجھ میں آرہا ہے، اور إذا زلزلت الأرض زلزالها وأخرجت الأرض أثقالها وقال الإنسان مالها میں ترتیب کا مفہوم سمجھ میں آرہا ہے، اور ماهي إلا حياتنا الدنيا نموت ونحيا میں عکس ترتیب کا مفہوم سمجھ میں آرہا ہے، کیوں کہ اگر یہاں ترتیب کے لئے ہوتا تو موت کے بعد زندہ ہوجانے کا اعتراف ہوجاتا جب کہ منکرین اسی کا انکار کررہے ہیں، تو ان تینوں میں جو معیت، ترتیب اور عکس ترتیب کا مفہوم سمجھ میں آرہا ہے، وہ واؤ کی وجہ سے نہیں؛ بلکہ کسی دوسرے قرینہ کی وجہ سے۔

سوال: سیرافی نے جو اس پر اجماع کا دعوی کیا ہے کہ تمام نحوی اور لغوی واؤ کو ترتیب کے لئے نہیں مانتے کیا یہ دعوی صحیح ہے؟

جواب: یہ دعوی صحیح نہیں؛ کیوں کہ بعض کوفیین اسے ترتیب کے لئے بھی مانتے ہیں۔

سوال: جو کوفیین ترتیب کے لئے مانتے ہیں وہ ماهي إلا حياتنا الدنيا میں کیا توجیہ کرتے ہیں؛ کیوں کہ یہاں تو ترتیب کے لئے ہو ہی نہیں سکتا۔

جواب: کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ يموت كبارنا وتولد صغارنا فنحيا۔

سوال: کیا ان کی یہ توجیہ قابل قبول ہے؟

جواب: نہیں، بہت بعید توجیہ ہے، اور اہل عرب کے قول "اختصم زيد وعمرو" سے ان کی رائے کی تردید ہوجاتی ہے، اس لئے کہ واؤ اگر ترتیب کے لئے ہوتا تو یہاں واؤ کی جگہ فاء یا ثم کا آنا بھی صحیح ہوتا، لیکن صحیح نہیں ہے، کیوں کہ ترتیب کا مطلب ہے کہ ایک نے کام پہلے کیا اور دوسرے نے بعد میں، اور فاء اور ثم اسی معنی کے لئے آتے ہیں، لیکن اہل عرب اسے منع کرتے ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ واؤ ترتیب کے لئے نہیں آتا، ورنہ جس طرح یہاں فاء اور ثم سے عطف درست نہیں کیوں کہ یہ ترتیب کے لئے آتے ہیں، اسی طرح واؤ سے بھی عطف درست نہیں ہوتا، اگر وہ ترتیب کے معنی پر دلالت کرتا ہوتا۔

سوال: "ف" کس معنی پر دلالت کرتا ہے؟

جواب: "ف" میں تین مفہوم ہوتے ہیں، (۱) حکم میں شرکت، (۲) ترتیب، (۳) اور تعقیب۔

سوال: ترتیب اور تعقیب کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ترتیب کا مطلب تو واضح ہے، تعقیب کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام اس کے فوراً بعد ہوا، جیسے جاء زید فعمرو، کا مطلب ہے کہ پہلے زید آیا اور پھر عمرو، زید کے فوراً بعد بغیر کسی تاخیر کے آیا۔

سوال: تعقیب کس اعتبار سے ہوگی یعنی یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کتنی دیر بعد ہوا؟

جواب: ہر چیز کی تعقیب اسی کے اعتبار سے ہوگی، یعنی جو حکم لگایا جا رہا ہے اس کے اعتبار سے دیکھا جائے گا کہ پہلے والا کام کب ہوا اور دوسرا والا اس کے کتنے وقت بعد ہوا، جیسے "دخلت البصرة فبغداد" کا مطلب ہوگا کہ آپ بغداد میں بصرہ کے تین دن بعد داخل ہوئے یعنی چوتھے دن، کیوں کہ بصرہ اور بغداد کے بیچ تین دن کی مسافت ہے، اب اگر بجائے چوتھے دن کے آپ پانچویں یا چھٹے دن داخل ہوئے تو یہ جملہ صحیح نہ ہوگا، کیوں کہ اس جگہ تعقیب کی مدت تین دن تھی اور آپ چار پانچ دن بعد داخل ہو رہے ہیں۔

سوال: کیا اس کے علاوہ "ف" کے کوئی اور معنی بھی ہوتے ہیں؟

جواب: ہاں! "ف" کبھی کبھی سبب پر دلالت کرتا ہے، اور اس وقت تعقیب کا معنی لازم نہیں ہوتا۔

سوال: سبب پر کب دلالت کرتا ہے؟

جواب: اس معنی پر عام طور سے اس وقت دلالت کرتا ہے جب جملہ کا عطف جملہ پر ہو، جیسے سها فسجد، زنی فرجم، سرق فقطع، قرآن میں ہے "فتلقی آدم من ربه کلمات فتاب علیه"

سوال: کیا اس کے علاوہ کسی اور معنی پر بھی "ف" دلالت کرتا ہے؟

جواب: ہاں، (سبب کے معنی پر دلالت کرنے کی وجہ سے) جواب شرط میں ربط کے معنی پر دلالت کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، یعنی شرط اور جواب شرط میں ربط پیدا کرتا ہے، جیسے من یأتنی فإنی أکرمه، یہاں ف شرط اور جواب شرط میں ربط کا کام کر رہا ہے۔

سوال: "من دخل داری فله درهم" کا کیا مطلب ہوگا؟

جواب: "ف" چوں کہ جواب شرط میں ربط کے معنی بھی دیتا ہے اس لئے اس جملہ کا مطلب ہوگا کہ جو بھی داخل ہوگا اسے ایک درہم ملے گا، یعنی وہ داخل ہونے سے درہم کا مستحق ہو جائے گا۔

سوال: اگر اس جملہ سے "ف" ہٹا کر "من دخل داری له درهم" کہا جائے تو کیا مطلب ہوگا؟

جواب: اس صورت میں مذکورہ معنی بھی ہو سکتے ہیں اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ میرے اوپر اس کا حق

ہے جو مجھے دینا ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے معنی کے اعتبار سے درہم کا مستحق داخل ہونے کی وجہ سے ہوگا اور یہاں پہلے سے ہی مستحق ہے۔

سوال: اگر جملہ کا عطف جملہ پر ہو تو کیا "ف" ہمیشہ سبب پر دلالت کرتا ہے یا کبھی اس معنی سے خالی بھی ہوتا ہے؟

جواب: کبھی کبھی سبب کے معنی سے خالی بھی ہوتا ہے، جیسے الذی خلق فسوی والذی قدر فهدی والذی أخرج المرعی فجعله غثاء أحوی ' یہاں سبب کے معنی نہیں؛ بلکہ ف یہاں ثم کے معنی میں ہے۔

سوال: ثم کس معنی میں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: تین معنوں کا فائدہ دیتا ہے، (۱) حکم میں شرکت، (۲) ترتیب، (۳) اور تراخی۔

سوال: تراخی کا کیا مطلب ہے؟

جواب: یعنی بعد والا کام پہلے والے سے کچھ دیر بعد ہوا، جیسے جاء زید ثم عمرو کا مطلب ہوگا عمرو، زید کے کچھ دیر بعد آیا۔

سوال: "ولقد خلقناکم ثم صورناکم ثم قلنا للملائکة" میں تو تراخی کے معنی میں نہیں ہے؟

جواب: دراصل یہاں مضاف محذوف ہے، تقدیر ہے خلقنا أباکم ثم صورنا أباکم، دونوں جگہ سے مضاف حذف کردیا ہے۔

سوال: حتی کس معنی میں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: حتی غایت یعنی انتہا اور تدریج کے معنی دیتا ہے۔

سوال: تدریج کا کیا مطلب ہے؟

جواب: تدریج کا مطلب ہے کہ حتی کا ماقبل آہستہ آہستہ ختم ہوتا ہے یہاں تک کہ انتہا یعنی اسم معطوف تک پہنچتا ہے، جیسے أکلت السمکة حتی رأسها، کہ کھانا آہستہ آہستہ ہوا یہاں تک کہ سر بھی کھالیا۔

سوال: حتی سے عطف کرنے کے لیے کیا شرط ہے؟

جواب: شرط یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کا جزء ہو، یا تو حقیقۃً اس کا جزء ہو یا تقدیراً۔

سوال: حقیقۃً جزء ہونے کی مثال؟

جواب: جیسے: أکلت السمکة حتی رأسها کہ رأس حقیقت میں سمک کا ہی جزء ہے۔

سوال: تقدیراً جزء ہونے کی مثال؟

جواب: جیسے شعر (۱۴۱) ألقى الصحيفة كى يخفف رحله والزاد حتى نعله ألقاها که نعله کا زاد پر عطف کیا ہے جب کہ نعل حقیقت میں اسکا جزء نہیں؛ لیکن تقدیراً اس معنی میں جزء ہے کہ جو چیز اسے بوجھل کر رہی تھی اسے پھینک دیا اور بوجھل کرنے والی چیزوں میں جوتا بھی تھا۔

سوال: کیا حتی میں ترتیب کے معنی بھی پائے جاتے ہیں جیسا کہ فا اور ثم میں پائے جاتے ہیں؟

جواب: بعض نحویین کے نزدیک حتی ترتیب پر دلالت کرتا ہے؛ لیکن یہ بات صحیح نہیں؛ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ صرف جمع کے معنی پر دلالت کرتا ہے ترتیب پر نہیں جیسا کہ واؤ صرف جمع کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ ترتیب کے معنی پر نہیں کرتا۔

سوال: اس کی کیا دلیل ہے کہ حتی ترتیب پر دلالت نہیں کرتا؟

جواب: حدیث پاک میں ہے ''كل شىء بقضاء وقدر حتى العجز والكسل'' یہاں قضاء اور قدر کے معنی ارادہ کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اللہ کے ارادہ سے ہے، اور ظاہر ہے کہ اس کے ارادے میں ترتیب نہیں ہے، یعنی تمام چیزیں اسی کے ارادے میں ہیں، عقلمندی ہو یا بے وقوفی، ترتیب تو فیصلہ شدہ چیزوں کے ظاہر ہونے میں ہے، اس سے پتہ چلا کہ حتی ترتیب کے معنی نہیں دیتا۔

سوال: أو کس معنی پر دلالت کرتا ہے؟

جواب: دو یا دو سے زیادہ چیزوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے پر دلالت کرتا ہے، جیسے دو چیزوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کی مثال "لبثنا يوماً أو بعض يوم" کئی چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کی مثال ''فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة''۔

سوال: کیا ''سواء علىّ أقمت أو قعدت'' کہنا صحیح ہے؟

جواب: نہیں، کیوں کہ سواء میں دو چیزیں ہوتی ہیں، اسی وجہ سے سواء علىّ هذا الشئى نہیں کہہ سکتے؛ کیوں کہ ایک ہی چیز ہے، دو نہیں، اور ''أو'' میں دونوں میں سے ایک ہی ہوگا، کھڑا ہوگا یا بیٹھا ہوگا، جب کہ سواء میں دونوں ہوں گے، تضاد ہو رہا ہے اس وجہ سے صحیح نہیں۔

سوال: کل ملا کر أو کتنے معنی پر دلالت کرتا ہے؟

جواب: چار معنی پر، اگر طلب کے بعد ہوگا تو (۱) تخییر اور (۲) اباحت پر دلالت کرے گا، اور اگر خبر کے بعد ہوگا تو (۳) شک اور (۴) تشکیک پر۔

سوال: تخییر کی مثال؟

جواب: تزوج هنداً أو اختها۔

سوال: اباحت کی مثال؟

جواب: جالس الحسن أو ابن سيرين۔

سوال: تخییر اور اباحت میں کیا فرق ہے؟

جواب: دونوں میں فرق یہ ہے کہ أو کے ذریعہ جو تخییر ہوتی ہے اس میں اُو کا ماقبل اور بعد دونوں کو جمع نہیں کیا جاسکتا، اسی وجہ سے ہند اور اس کی بہن دونوں سے ایک ساتھ شادی کرنا جائز نہیں، لیکن اباحت میں دونوں کو جمع کیا جاسکتا ہے، چنانچہ حسن اور ابن سیرین دونوں کی صحبت اختیار کرسکتا ہے۔

سوال: شک کی مثال؟

جواب: جاء زيد أو عمرو۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب یہ نہ معلوم ہو کہ کون آیا۔

سوال: تشکیک کی مثال؟

جواب: جاء زيد أو عمرو ، جب آپ کو معلوم تو ہو کہ کون آیا؛ لیکن اپنے مخاطب پر معاملے کو مبہم کرنے کے لئے آپ یہ جملہ کہیں، تاکہ اسے شک میں ڈال دیں۔

سوال: تخییر کی مثال قرآن سے دیجیے؟

جواب: فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبه ''؛ کیوں کہ سب کو ایک ساتھ جمع کرنا کہ یہ سب ہی ایک ہی جرم کا کفارہ ہیں مراد نہیں ہے؛ بلکہ مراد یہ ہے کہ ان میں سے جو چاہو وہ کفارہ ادا کردو۔

سوال: اباحت کی مثال قرآن سے دیجیے؟

جواب: ليس عليكم جناح أن تأكلوا من بيوتكم أو بيوت آبائكم........الآية۔

سوال: شک کی مثال قرآن سے دیجئے؟

جواب: لبثنا يوماً أو بعض يوم۔

سوال: تشکیک کی مثال قرآن سے دیجیے؟

جواب: وإنا أو إياكم لعلى هدىً أو في ضلال مبين۔

سوال: أم کس معنی میں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: أم تعیین چاہتا ہے، جب کہ ایسے ہمزہ کے بعد ہو جو دو برابر کی چیزوں میں سے ایک پر داخل ہو، جیسے أزيد عندك أم عمرو؟ جب یہ تو معلوم ہو کہ اس کے پاس دونوں میں سے ایک تو ہے؛ لیکن یہ نہ معلوم ہو کہ کون ہے، زید ہے یا عمرو، اسی وجہ سے اس کا جواب تعیین کے ساتھ ہوتا ہے، نعم اور لا کے ساتھ نہیں ہوتا۔

سوال: اس أم کو کیا کہا جاتا ہے؟

جواب: معادلہ بھی کہا جاتا ہے اور متصلہ بھی۔

سوال: معادلہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: کیوں کہ استفہام کے معنی پر دلالت کرنے میں یہ ہمزہ کے برابر ہے، دو ایسے اسم جو حکم میں برابر ہوتے ہیں ان میں سے ایک پر ہمزہ داخل کیا جاتا ہے اور دوسرے پر أم۔

سوال: متصلہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: کیوں کہ اس کا ماقبل اور مابعد دونوں ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے، أم دونوں کو جوڑتا ہے۔

سوال: لا، لکن اور بل کس معنی کے لئے آتے ہیں؟

جواب: تینوں حروف حکم میں غلطی کو دور کرنے کے لئے آتے ہیں، البتہ ''لا'' مثبت کے بعد آتا ہے اور بل اور لکن نفی کے بعد آتے ہیں، اور بل مثبت کے بعد بھی آ جاتا ہے اس حکم کو مابعد کی طرف پھیرنے کے لئے۔

سوال: لا، لکن اور بل کتنی چیزوں میں مشترک ہیں اور کتنی میں مختلف؟

جواب: دو میں مشترک ہیں اور دو میں مختلف۔

سوال: پہلی چیز کیا ہے جس میں یہ تینوں مشترک ہیں؟

جواب: تینوں حرف عطف ہیں۔

سوال: دوسری چیز کیا ہے جس میں یہ تینوں مشترک ہیں؟

جواب: تینوں حروف سامع کو غلط ثابت شدہ حکم سے صحیح کی طرف لے جاتے ہیں۔

سوال: پہلی چیز کیا ہے جس میں یہ تینوں مختلف ہیں؟

جواب: لا قصر قلب اور قصر افراد دونوں کے لئے آتا ہے اور لکن اور بل صرف قصر قلب کے لئے آتے ہیں۔

سوال: قصر قلب اور قصر افراد کسے کہتے ہیں؟

جواب: قصر کے مغوی معنی ہیں کسی چیز کو کسی چیز سے خاص کرنا، اصطلاح میں اس کی تین قسمیں ہیں: قصر قلب، قصر افراد اور قصر تعیین، اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً آپ نے ایک جملہ کہا "جاء نی زید لا عمرو" تو اس میں تین طرح کے احتمال کا جواب ہے: (۱) سامع یہ سمجھ رہا تھا کہ عمرو آیا ہے، تو آپ نے اس کی غلط فہمی دور کردی، اور بتادیا کہ زید آیا ہے، عمرو نہیں، اس کو قصر قلب کہتے ہیں، (۲) یا وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ دونوں آئے ہیں تو آپ نے اس میں سے ایک کو خاص کردیا کہ دونوں نہیں، ایک آیا ہے، اس کو قصر افراد کہتے ہیں، (۳) یا اس کو یہ معلوم ہے کہ دو میں سے کوئی ایک آیا ہے؛ لیکن کون آیا ہے اس کی تعیین نہیں کر پا رہا ہے تو آپ نے متعین کرکے بتادیا، اس کو قصر تعیین کہتے ہیں۔

سوال: تینوں میں دوسرا فرق کیا ہے؟

جواب: لا کے ذریعہ سے عطف صرف مثبت کے بعد ہوتا ہے، لکن کے ذریعہ صرف نفی کے بعد اور بل کے ذریعہ سے کبھی مثبت کے بعد ہوتا ہے اور کبھی منفی کے بعد۔

سوال: بل سے عطف جب مثبت کے بعد ہوتا ہے تو اس کے کیا معنی ہوتے ہیں؟

جواب: اس وقت ماقبل کے لئے ثابت شدہ حکم کو مابعد کی طرف منتقل کرکے اس کے لئے ثابت کرتا ہے، اور ماقبل کو ایسے کردیتا ہے جیسے اس پر کوئی حکم لگا ہی نہ ہو، جیسے جاء نی زید بل عمرو۔

سوال: کیا "أمّا" بھی حرف عطف ہے؟

جواب: صحیح بات یہ ہے کہ أما حرف عطف نہیں ہے، یہی بات فارسی نے کہی ہے، اور جرجانی نے کہا ہے کہ اسے حروف عطف میں شمار کرنا کھلی ہوئی غلطی ہے۔

پانچویں قسم: بدل

سوال: بدل کے لغوی معنی کیا ہیں؟

جواب: عوض، جیسے قرآن میں ہے "عسی ربنا أن یبدلنا خیراً منها"۔

سوال: اصطلاح میں بدل کسے کہتے ہیں؟

جواب: بدل ایسے تابع کو کہتے ہیں جو حکم میں اصلاً مقصود ہو اور متبوع اور اس کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو۔

سوال: بدل کی تعریف میں ''مقصود بالحکم'' کہہ کر کیا فائدہ ہوا؟

جواب: اس سے نعت، تاکید اور عطف بیان بدل کی تعریف سے خارج ہو گئے؛ کیوں کہ یہ تینوں مقصود بالحکم نہیں ہوتے۔

سوال: بلاواسطہ کہہ کر کیا فائدہ ہوا؟

جواب: عطف نسق خارج ہو گیا؛ کیوں کہ وہ مقصود بالحکم تو ہوتا ہے؛ لیکن حرف عطف کے واسطے ہوتا ہے۔

سوال: بدل کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: چھ۔

سول: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: بدل کل من کل۔

سوال: بدل کل کسے کہتے ہیں؟

جواب: بدل کل ایسے کلمہ کو کہتے ہیں جس میں دوسرا بالکل پہلا ہی ہو، یعنی دونوں سے ایک ہی ذات اور ایک ہی چیز مراد ہو، جیسے جاء نی ابو محمد عبد الله، قرآن میں ہے: مفازاً حدائق وأعناباً، اس میں حدائق بدل کل ہے ''مفازاً'' کا۔

سوال: دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: بدل بعض۔

سوال: بدل بعض کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس میں دوسرا پہلے کا جزء ہو، جیسے أكلت الرغيف ثلثه، قرآن میں ''ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلاً'' من استطاع "الناس'' سے بدل بعض ہے۔

سوال: آیت میں من استطاع کے بارے میں اور کیا اقوال ہیں؟

جواب: مشہور تو یہی ہے کہ بدل بعض ہے، دوسرا قول یہ بھی ہے کہ حج کا فاعل ہے یعنی ولله على الناس أن يحج مستطيعهم، تیسرا قول یہ ہے کہ کسائی نے کہا ہے کہ من شرطیہ ہے اور مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے من استطاع فليحج۔

سوال: دوسرے اور تیسرے قول کو کس طرح رد کیا گیا ہے؟

جواب: دوسرے قول کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ تمام لوگوں پر فرض ہے کہ مستطیع لوگ حج کریں، اور یہ معنی سب کے نزدیک ہی غلط ہیں، کیوں کہ فرض بھی انہی پر ہے جو مستطیع ہیں، اور دوسرا قول اس وجہ سے غلط بتایا گیا ہے کہ جب کسی کلمہ کو محذوف مانے بغیر بات مکمل ہو رہی ہو تو حذف کا دعوی درست نہیں۔

سوال: بدل کی تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: بدل اشتمال۔

سوال: بدل اشتمال کسے کہتے ہیں؟

جواب: بدل اشتمال کا مطلب ہے کہ پہلے اور دوسرے کے درمیان جزئیت کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو یعنی تابع متبوع کا جزء نہ ہو، بلکہ متعلق ہو، جیسے أعجبني زيد علمه ،قرآن میں ہے "يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه"۔

سوال: بدل اور مبدل منہ کے معرفہ اور نکرہ ہونے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: دونوں نکرہ بھی ہو سکتے ہیں، جیسے مفازاً حدائق، دونوں معرفہ بھی ہو سکتے ہیں، جیسے ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلاً، مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ بھی ہوسکتا ہے، جیسے يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه ..میں الشهر الحرام معرفہ اور قتـــال نکرہ ہے۔(اسی طرح مبدل منہ نکرہ اور بدل معرفہ بھی ہوسکتا ہے جیسے إنك لتهدى إلى صراط مستقيم صراط الله.. پہلا صراط جو مبدل منہ ہے نکرہ اور دوسرا صراط جو بدل ہے مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ ہے ۔)

بدل اضراب، بدل غلط اور بدل نسیان کا بیان

سوال: بدل کی چوتھی، پانچویں، چھٹی قسم کیا ہے؟

جواب: بدل اضراب، بدل غلط اور بدل نسیان۔

سوال: ان تینوں کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مثلاً آپ نے کہا "تصدقت بدرهم دينار" تو اس میں تین احتمال ہو سکتے ہیں، (ا) آپ نے یہ بتانا چاہا کہ میں نے درہم صدقہ کیا ہے (اور آپ نے دینار بھی صدقہ کیا تھا) پھر آپ نے چاہا کہ یہ بتادوں کہ میں نے دینار صدقہ کیا ہے، اسے بدل اضراب کہتے

ہیں، (۲) آپ نے بتانا چاہا کہ میں نے دینار صدقہ کیا ہے لیکن زبان سے درہم نکل گیا، اسے بدل غلط کہتے ہیں، (۳) آپ نے بتانا چاہا کہ میں نے درہم صدقہ کیا ہے، جب کہ آپ نے صدقہ دینار کیا تھا لیکن آپ بھول گئے کہ کیا صدقہ کیا ہے، پھر جب درہم کہہ دیا تو ایک دم یاد آیا کہ دینار صدقہ کیا تھا، اسے بدل نسیان کہتے ہیں۔

سوال: بدل اضراب اور بدل غلط ونسیان میں کیا فرق ہے؟

جواب: بدل اضراب میں دونوں کام کئے ہوتے ہیں، پہلے سوچا کہ یہ والا کام بتادوں پھر سوچا کہ دوسرا والا بتاؤں، بدل غلط میں زبان سے غلطی ہوجاتی ہے کہ کہنا کچھ چاہا تھا اور نکل کچھ گیا، اور بدل نسیان میں بھول ہوتی ہے کہ یاد نہیں رہتا کہ کیا کام کیا تھا، پھر بعد میں یاد آتا ہے۔

سوال: بدل غلط اور بدل نسیان میں کیا فرق ہے؟

جواب: بدل غلط کا تعلق زبان سے ہوتا ہے اور بدل نسیان کا دل سے۔

عدد کا بیان

سوال: الفاظ عدد کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: ایسے الفاظ جو تذکیر وتانیث میں ہمیشہ قیاس کے مطابق ہوتے ہیں، مذکر کے لئے مذکر اور مؤنث کے لئے مؤنث، جیسے واحد اور اثنان، اور وہ صیغے جو فاعل کے وزن پر ہوں، جیسے مذکر کے لیے واحد، اثنان، ثانٍ، ثالث، رابع، ....عاشرتک، اور مؤنث کے لئے واحدة، ثانية، ثالثة، رابعة....عاشرة تک۔

سوال: دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: وہ الفاظ جو ہمیشہ قیاس کے خلاف ہوتے ہیں، مذکر کے لئے مؤنث اور مؤنث کے لئے مذکر۔

سوال: خلاف قیاس الفاظ کون سے ہیں؟

جواب: ثلثة سے تسعة تک، کہا جائے گا ثلثة رجالٍ اور ثلث نسوةٍ، قرآن میں ہے "سخرها عليهم سبع ليالٍ وثمانية أيام۔

سوال: تیسری قسم کیا ہے؟

جو کبھی قیاس کے مطابق استعمال ہوں اور کبھی مخالف، وہ صرف عشرة ہے۔

سوال: قیاس کے مطابق کب استعمال ہوتا ہے؟

جواب: عشرة جب مرکب استعمال ہو، جیسے ثلثة عشر عبداً، ثلاث عشرة أمة۔

سوال: قیاس کے مخالف کب استعمال ہوتا ہے؟

جواب: جب غیر مرکب استعمال ہو، جیسے عشرة رجالٍ اور عشر إماءٍ۔

سوال: جو اسماءِ عدد فاعل کے وزن پر آتے ہیں ان کی کتنی حالتیں ہیں؟

جواب: چار۔

سوال: پہلی حالت کیا ہے؟

جواب: مفرد ہوں، جیسے ثانٍ، ثالث، رابع، خامس، اس کے معنی ایک کے ہوتے ہیں جو اس صفت سے متصف ہو، مثلاً خامس کے معنی ہیں پانچواں: پانچواں ایک ہی ہے نہ کہ پانچ، اور یہ پانچویں ہونے کی صفت سے متصف ہے۔

سوال: دوسری حالت کیا ہے؟

جواب: وہ اسم جس سے یہ مشتق ہیں اس کی طرف یہ مضاف ہوں، جیسے ثانی اثنین، ثالث ثلثة، رابع أربعة، اس کے معنی ہوتے ہیں دو میں کا ایک، تین میں کا ایک، چار میں کا ایک، قرآن میں ہے "إذ أخرجه الذين كفروا ثانی اثنين" اور لقد كفر الذين قالوا إن الله ثالث ثلثة "۔

سوال: تیسری حالت کیا ہے؟

جواب: یہ اسماء اپنے اس مشتق منہ کی طرف مضاف ہوں جو عدد میں ان سے کم ہوں، جیسے ثالث اثنين، رابع ثلثة، خامس أربعة، اس کا مطلب ہوتا ہے دو کو اپنے ذریعہ سے تین کرنے والا، تین کو اپنے ذریعہ سے چار کرنے والا، قرآن میں ہے "ما يكون من نجوى ثلثة إلا هو رابعهم ولا خمسة إلا هو سادسهم۔

سوال: چوتھی حالت کیا ہے؟

جواب: یہ اسماء اپنے سے کم عدد کو نصب دیں، جیسے رابعٌ ثلثةً، رابع پر دو پیش اور ثلثة پر دو زبر، جیسا کہ جاعل الثلاثة أربعة میں دو زبر آتے ہیں۔

سوال: کیا یہ اسماء اپنے مشتق منہ کو نصب دے سکتے ہیں یعنی کیا ثالثٌ ثلثةً وغیرہ کہنا صحیح ہے؟

جواب: نہیں، جس سے یہ مشتق ہیں اس کی طرف تو مضاف ہو کر اسے کسرہ ہی دیں گے، نصب نہیں دے سکتے، البتہ اخفش اور ثعلب کا اس میں اختلاف ہے۔

غیر منصرف کا بیان

سوال: غیر منصرف کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس کلمہ میں نو علتوں میں سے دو علتیں پائی جائیں یا ایک ایسی علت پائی جائے جو دو کے قائم مقام ہو۔

سوال: وہ نو علتیں کیا ہیں؟

جواب: یہ سب علتیں شاعر نے اس شعر میں جمع کردی ہیں۔

اجمع، وزن، عادلاً، أنث، بمعرفةٍ رکّبْ، وزد عجمة، فالوصف، قد کملا

سوال: وزن فعل کا کیا قاعدہ ہے؟

جواب: اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اسم ایسے وزن پر ہو جو فعل کے ساتھ خاص ہے، جیسے کسی شخص کا نام قُتّل، ضُرِب، اور انطلق، وغیرہ رکھ دیا جائے کہ یہ سب اوزان فعل کے ساتھ خاص ہیں، یا اس کے شروع میں ایسی زیادتی ہو جو فعل کے شروع میں ہوتی ہے اور وہ اسم وزن میں فعل کے مساوی ہو جیسے: أحمد، یزید، یشکر، تغلب، نرجس، جب کہ یہ علم ہوں۔

سوال: کیا ترکیب سے مراد ترکیب اضافی ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ ترکیب اضافی تو جر کا تقاضہ کرتی ہے جیسے امرؤ القیس، جب یہ جر کا تقاضہ کرتی ہے تو فتحہ کا تقاضہ نہیں کر سکتی اور غیر منصرف کسرہ کی جگہ فتحہ کا تقاضہ کرتا ہے۔

سوال: کیا ترکیب سے مراد ترکیب اسنادی ہے جیسے شاب قرناها، تأبط شراً؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس کا تعلق تو اعراب محکی سے ہے، یعنی جس طرح سنا گیا ہے اسی طرح پڑھا جائے گا۔

سوال: کیا ترکیب سے مراد وہ ترکیب مزجی ہے جس کے آخر میں ویہ ہو، جیسے سیبویہ، عمرویه؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس کا تعلق مبنیات سے ہے۔

سوال: پھر ترکیب سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ایسی ترکیب مزجی ہے جس کے آخر میں ویــــــہ نہ ہو، جیسے بعلبك، حضرموت، معديكرب.

سوال: عجمہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہ کہ کلمہ عجمی اوزان پر ہو، جیسے إبراهيم، إسماعيل، إسحاق، يعقوب.

سوال: انبیاء کے نام عربی ہیں یا عجمی؟

جواب: تمام انبیاء کے نام عجمی ہیں صرف چار نام عربی ہیں، محمد ﷺ، صالحؑ، شعیبؑ اور ھود علیہم السلام۔

سوال: غیر منصرف کے اعراب میں عجمہ کا اعتبار کب ہوتا ہے؟

جواب: جب اس میں دو شرطیں پائی جائیں۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: وہ کلمہ عجمی اوزان میں علم ہو، جیسے: إبراهيم وغیرہ۔

سوال: اگر کوئی کلمہ عجمی زبان میں اسم جنس ہو پھر عربی میں اس کو علم بنالیا گیا ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اسے منصرف پڑھنا ضروری ہے، جیسے اگر کسی شخص کا نام لجام یا دیباج رکھ دیا جائے تو منصرف ہی پڑھا جائے گا کہ یہ دونوں عجمی زبان میں علم نہیں ہیں۔

سوال: دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: وہ کلمہ تین حرف سے زیادہ ہو، اسی وجہ سے نوح اور لوط منصرف ہیں، کہ یہ تین حرف سے زیادہ نہیں، قرآن میں ہے ’’إلا آل لوطٍ نجيناهم‘‘ اور إنا أرسلنا نوحاً إلى قومهٗ‘‘۔

سوال: بعض نحویین نے کہا ہے کہ اس طرح کے اعلام یعنی ثلاثی ساکن الأوسط عجمی کو منصرف اور غیر منصرف دونوں پڑھنا جائز ہے، یہ رائے کیسی ہے؟

جواب: یہ رائے غلط ہے۔

سوال: چوتھی علت کیا ہے؟

جواب: معرفہ۔ اور معرفہ سے مراد علم ہے۔

سوال: ضمیر، اسم اشارہ اور اسم موصول کے معرفہ ہونے کا غیر منصرف میں کیوں اعتبار نہیں؟

جواب: کیوں کہ یہ سب مبنی ہیں۔

سوال: ال اور مضاف الی المعرفہ کا غیر منصرف میں کیوں اعتبار نہیں؟

جواب: کیوں کہ غیر منصرف پر بھی الف لام آجائے یا اس کی اضافت کردی جائے تو اس پر بھی کسرہ آجاتا ہے، جس کی وجہ سے حالت جر میں فتحہ آنا ممکن نہ رہا۔

سوال: پانچویں علت کیا ہے؟

جواب: عدل۔

سوال: عدل سے کیا مراد ہے؟

جواب: اسم کو ایک حالت سے دوسری حالت میں اس طرح بدلنا کہ اصلی معنی باقی رہیں۔

سوال: عدل کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: (۱) عدل علم میں واقع ہوا ہو۔ (۲) عدل صفت میں ہوا ہو۔

سوال: علم میں ہونے والا عدل کتنے اوزان پر آتا ہے؟

جواب: دو وزن پر: ایک وزن مذکر کے لئے ہے اور دوسرا مؤنث کے لئے۔

سوال: جو عدل مذکر علم میں ہوتا ہے اس کا کیا وزن ہے؟

جواب: فُعَلُ: یہ فاعل سے معدول ہوتا ہے، جیسے عُمَرُ، زُحَلُ، جُمَحُ۔

سوال: جو عدل مؤنث علم میں ہوتا ہے اس کا کیا وزن ہے؟

جواب: فعالِ، یہ فاعلة سے معدول ہوتا ہے، جیسے حذامِ، قطامِ، رقاشِ۔

سوال: فعال کے وزن پر آنے والے غیر منصرف اعلام سب کے نزدیک غیر منصرف ہوتے ہیں یا اس میں اختلاف ہے؟

جواب: اس میں بنوتمیم اور اہل حجاز کا اختلاف ہے۔

سوال: بنوتمیم کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ اس طرح کے اعلام کو غیر منصرف مانتے ہیں۔

سوال: اہل حجاز کیا کہتے ہیں؟

جواب: مبنی علی الکسر پڑھتے ہیں، جیسے شاعر کا شعر ہے

أتاركة تدللها قطامِ؟ (۱۴۲)

رضينا بالتحية والسلام

اور ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے

إذا قالت حذام فصدقوها

فإن القول ما قالت حذام

سوال: اگر فعال کے وزن پر آنے والے اعلام کے آخر میں ''ر'' ہو، جیسے: سفارِ، حضارِ، وبارِ تو

بنوتمیم کیا پڑھتے ہیں؟

جواب: اس صورت میں اکثر بنوتمیم اہل حجاز کی طرح مبنی علی الکسر پڑھتے ہیں، جب کہ کچھ اس صورت میں بھی غیر منصرف کا اعراب دیتے ہیں۔

سوال: أمس (گذشتہ کل کے معنی میں) کے بارے میں کیا اختلاف ہے؟

جواب: اہل حجاز مبنی علی الکسر پڑھتے ہیں اور بنوتمیم میں دو گروہ ہیں۔

سوال: دونوں گروہ کیا کہتے ہیں؟

جواب: اکثر بنوتمیم حالت رفعی میں غیر منصرف پڑھتے ہیں یعنی تنوین نہیں دیتے، الأمسُ سے معدول مان کر، جیسے مضى أمسُ بما فيه، اور حالت نصبی و جری میں مبنی علی الکسر پڑھتے ہیں اس بنیاد پر کہ الف لام کے معنی کو شامل ہے، جیسے اعتكفت أمس، ما رأيته مذ أمسِ، اور بعض مطلقاً غیر منصرف کا اعراب دیتے ہیں۔

سوال: سحَرُ کے بارے میں اہل عرب کی کیا رائے ہے؟

جواب: دو شرطوں کے ساتھ تمام اہل عرب اسے غیر منصرف پڑھتے ہیں: (۱) وہ ظرف ہو۔ (۲) اس سے خاص دن کی سحر مراد ہو، جیسے جئتك يوم الجمعة سحَر۔

سوال: سحر کو غیر منصرف پڑھنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اہل عرب اسے ''السحر'' سے معدول مانتے ہیں، جیسے بنوتمیم نے أمس کو الأمس سے معدول مانا ہے۔

سوال: اگر سحر کسی متعین دن کی نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: منصرف پڑھا جائے گا جیسے قرآن میں ہے ''نجيناهم بسحر۔

سوال: صفت میں جو عدل ہوتا ہے اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: اس کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) عدل عدد میں ہو۔ (۲) عدد کے علاوہ میں ہو۔

سوال: عدد میں جو عدل ہوتا ہے، وہ کتنے اوزان پر آتا ہے؟

جواب: اس کے دو وزن ہیں، فُعالُ اور مفعَلُ۔

سوال: عدد کے کن الفاظ میں یہ عدل ہوتا ہے؟

جواب: واحد سے أربعة تک، جیسے أُحادُ، مَوحَدُ، ثُناءُ، مثنیٰ، ثلاثُ، مَثلَثُ، رُباعُ، مَربَعُ۔

سوال: یہ الفاظ کس سے معدول ہیں؟

جواب: یہ آٹھوں الفاظ چاروں عدد کے الفاظ کی تکرار سے معدول ہیں، أحاد کے معنی ہیں واحد واحد، ثُناء کے معنی ہیں اثنان اثنان، اسی طرح باقی میں، قرآن میں ہے ''أولی أجنحة مثنى وثلث ورباع'' تو مثنى، ثلث اور رباع ''أجنحة'' کی صفت ہیں۔

سوال: حدیث میں ''صلوۃ اللیل مثنى مثنى'' مکرر کیوں ہے، جب کہ خود مثنی کے اندر تکرار موجود ہے؟

جواب: دوسرا مثنی تکرار کے لئے ہے ہی نہیں؛ بلکہ محض تاکید کے لئے ہے۔

سوال: کیا أربعة سے آگے بھی اہل عرب (عدد میں) عدل کرتے ہیں؟

جواب: نہیں، نجاریؒ کہتے ہیں کہ اہل عرب چار سے زیادہ عدد میں عدل نہیں مانتے ہیں۔

سوال: عدد کے علاوہ میں کہاں عدل ہوتا ہے؟

جواب: عدد کے علاوہ میں صرف لفظ ''أُخَر'' میں عدل ہوا ہے۔

سوال: ''أخر'' کس سے معدول ہے؟

جواب: ''الأخر'' سے۔

سوال: اس میں عدل ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب: قاعدہ یہ ہے کہ فُعلی مؤنث (أفعل کی مؤنث) اور اس کی جمع دونوں یا تو الف لام کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں یا اضافت کے ساتھ، کیوں کہ اسم تفضیل جب اضافت اور الف لام سے خالی ہو تو مفرد ہی استعمال ہوتا ہے جمع استعمال نہیں ہوتا ہے، جیسے الکبریٰ، الصغریٰ، الکُبَر، الصُغر، قرآن میں ہے ''إنها لإحدى الكبر''، اس میں صغری، کبری، اور صغر، کبر بغیر الف لام کے کہنا جائز نہیں ہے، اس قاعدے کے مطابق الأخرى کی جمع الأخر الف لام کے ساتھ استعمال ہونی چاہیے تھی، لیکن اس میں عدل کر کے ''أخر'' استعمال کیا گیا جیسا کہ بنوتمیم نے الأمس کو أمس اور تمام اہل عرب نے السحر کو سحر (عدل کر کے) استعمال کیا ہے، قرآن میں ہے ''فعدة من أيام أخر''۔

سوال: فعلی اور اس کی جمع جب بغیر الف لام اور اضافت کے استعمال نہیں ہوتیں تو پھر علم عروض کے علماء کی یہ اصطلاح ''فاصلة صغرى اور فاصلة كبرى'' کیوں بغیر الف لام کے ہے؟

جواب: نحویین نے اسے غلط بتایا ہے۔

سوال: لیکن شاعر ابونواس نے تو اس شعر میں بغیر الف لام اور اضافت کے استعمال کیا ہے، اس نے

کہا ہے

(۱۴۳) كأن صغرى وكبرى من فقاقعها حصباء درٍ على أرض من الذهب

نحویین نے اسے بھی غلط بتایا ہے۔

سوال: چھٹی علت کیا ہے؟

جواب: وصف، جیسے أحمد، أفضل، سكران، غضبان۔

سوال: وصف کن شرطوں کے ساتھ اسباب منع صرف میں شمار ہوگا؟

جواب: دو شرطوں کے ساتھ۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: پہلی شرط یہ ہے کہ کلمہ اصلاً صفت ہی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

سوال: اگر کوئی کلمہ پہلے اسم تھا پھر صفت کے لئے استعمال ہونے لگا جیسے صفوان (چکنا پتھر) أرنب (خرگوش) دونوں اسم ہیں، اب اگر صفوان کو سخت اور أرنب کو ذلیل کے معنی میں استعمال کریں تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس صورت میں منصرف پڑھیں گے، چنانچہ هذا قلبٌ صفوانٌ اور هذا رجلٌ أرنبٌ کہیں گے۔

سوال: دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: اس کلمہ سے (جب وہ مؤنث کے لئے ہو) تائے تانیث نہ لاحق ہوتی ہو؛ بلکہ اس کا مؤنث بغیر تاء کے کسی اور وزن پر آتا ہو۔

سوال: ''عریان'' اور ''أرمل'' کو منصرف استعمال کریں گے یا غیر منصرف؟

جواب: منصرف، کیوں کہ ان کی مؤنث تاء کے ساتھ آتی ہے، کہتے ہیں عریانة اور أرملة، اسی وجہ سے انہیں منصرف پڑھا جائے گا، جیسے: مررت برجلٍ عريانٍ، اور مررت برجلٍ أرملٍ۔

سوال: سکران اور أحمر منصرف استعمال ہوں گے یا غیر منصرف؟

جواب: غیر منصرف؛ کیوں کہ ان کی مؤنث پر تاء نہیں آتی ہے؛ بلکہ حمراء اور سکری استعمال ہوتی ہے۔

سوال: ساتویں علت کیا ہے؟

جواب: جمع۔

سوال: جمع کے لئے کیا شرط ہے؟

اس کی شرط یہ ہے کہ ایسے وزن پر ہو جس وزن پر واحد نہ آتا ہو۔

جواب: اس کی شرط یہ ہے کہ ایسے وزن پر ہو جس وزن پر واحد نہ آتا ہو۔

سوال: جمع کے کتنے اوزان ہیں؟

جواب: دو: مفاعل جیسے مساجد، دراھم، اور مفاعیل جیسے مصابیح، طواویس، مفاتیح

سوال: آٹھویں علت کیا ہے؟

جواب: الف نون زائدتان۔

سوال: نویں علت کیا ہے؟

جواب: تانیث۔

سوال: تانیث کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین: (۱) تانیث بالالف جیسے حبلی اور صحراء۔ (۲) تانیث بالتاء جیسے طلحة اور حمزة۔ (۳) تانیث معنوی جیسے زینب اور سعاد۔

سوال: تانیث بالالف کو غیر منصرف پڑھنے کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: بلا کسی شرط کے ہی اسے غیر منصرف پڑھا جائے گا۔

سوال: تانیث بالتاء کو غیر منصرف پڑھنے کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: یہ کہ وہ علم ہو۔

سوال: تانیث معنوی کو غیر منصرف پڑھنے کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: اس کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ علم ہو، مگر اس کی دو قسمیں ہیں۔

سوال: وہ دو قسمیں کیا ہیں؟

جواب: کبھی تو اس کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہوتا ہے اور کبھی جائز۔

سوال: غیر منصرف پڑھنا کب واجب ہوتا ہے؟

جواب: جب تین شرطوں میں سے کوئی ایک پائی جائے۔

سوال: وہ تین شرطیں کیا ہیں؟

جواب: یا تو وہ تین حرف سے زائد ہو جیسے سعاد اور زینب (۲) یا اگر تین حرفی ہو تو درمیان والا حرف متحرک ہو جیسے سقر اور لظی (۳) یا عجمہ ہو جیسے ماہ، جور، حمص، بلخ۔

سوال: تانیث معنوی جو علم ہو اسے منصرف اور غیر منصرف دونوں پڑھنا کب جائز ہوتا ہے؟

جواب: جب ان تین شرطوں میں سے کوئی نہ پائی جائے، جیسے دَعْدٌ اور جُمْلٌ۔ شاعر نے اس شعر

(۱۴۴)لم تتلفع بفضل مئزرها   دعدٌ ولم تسبق دعدُ فی العلب

میں دعد کوایک جگہ منصرف استعمال کیا ہےاوردوسری جگہ غیر منصرف۔

سوال: غیر منصرف میں مؤثر ہونے کے لئے ان اسباب کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: ایسے اسباب جو اکیلے ہی مؤثر ہوتے ہیں، کسی دوسرے سبب کے محتاج نہیں ہوتے۔

سوال: ایسے اسباب کتنے ہیں؟

جواب: دو، جمع منتہی الجموع اور تانیث بالالف یعنی الف ممدودہ اور الف مقصورہ۔

سوال: دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: ایسے اسباب جن کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ علم ہوں۔

سوال: ایسے اسباب کتنے ہیں؟

جواب: تین: (۱) تانیث بغیر الالف، جیسے فاطمة، زینب، (۲) ترکیب جیسے معدی کرب، (۳) عجمہ جیسے ابراهیم۔

سوال: صنجة عجمہ ہے اور مؤنث ہے، اور صولجان عجمہ اور الف نون زائدتان ہے اور مسلمة مؤنث ہے اور صفت ہے؛ لیکن پھر بھی یہ غیر منصرف کیوں نہیں؟

جواب: اس لئے کہ یہ تینوں علم نہیں۔

سوال: تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: ایسے اسباب جو اس شرط کے ساتھ مؤثر ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ دوسرا سبب یا تو علم ہو یا صفت۔

سوال: ایسے اسباب کتنے ہیں؟

جواب: یہ بھی تین ہیں۔

سوال: وہ کیا کیا ہیں؟

جواب: عدل، وزن فعل اور الف نون زائدتان۔

سوال: عدل ہو اور علم ہو اس کی مثال؟

سوال: عدل ہو اور صفت ہو اس کی مثال؟

جواب: ثُلَاثُ۔

سوال: وزن فعل ہو اور علم ہو اس کی مثال؟

جواب: أحمد۔

سوال: وزن فعل ہو اور صفت ہو اس کی مثال؟

جواب: أحمر۔

سوال: الف نون زائدتان ہو اور علم ہو اس کی مثال؟

جواب: سکران۔

فعل تعجب کا بیان

سوال: تعجب کے معنی کو ادا کرنے کے لئے عربی میں کتنے الفاظ ہیں؟

جواب: تعجب کے معنی کو ادا کرنے کے لئے الفاظ تو بہت ہیں لیکن ان کے لئے کوئی باب نہیں قائم کیا گیا ہے جس سے معلوم ہو کہ یہ کلمہ تعجب کے معنی پر دلالت کر رہا ہے اور تعجب کے معنی کو ادا کرنے کے لئے کسی کلمہ کو اس کے وزن پر لایا جاسکے، کیف بھی کبھی تعجب کے معنی دیتا ہے جیسے "کیف تکفرون بالله" اور بھی بہت سے الفاظ ہیں جیسے حدیث میں ہے "سبحان الله، إن المؤمن لاینجس حیاً ولا میتاً، اس میں سبحان الله سے تعجب کا مفہوم ادا ہو رہا ہے، اہل عرب کا قول ہے "لله دره فارساً" اس میں بھی تعجب کا مفہوم ہے، شاعر نے کہا ہے۔

(۱۴۵) یا سیدا ما أنت من سید موطأ الأکناف رحب الزراع

اس میں بھی تعجب کے معنی ہیں۔

سوال: کیا ایک بھی ایسا باب نہیں جو تعجب کے معنی کو ادا کرنے کے لئے خاص ہو؟

جواب: صرف دو صیغے ہیں: ما أفعل زیداً اور أفعل به۔

سوال: پہلے صیغے (ما أفعل زیداً) کی ترکیب کیا ہوگی؟

جواب: ما اسم ہے اور مبتدا ہے۔

سوال: ما کے معنی کیا ہیں؟

جواب: اس سلسلے میں دو رائیں ہیں۔

سوال: پہلی رائے کیا ہے؟

جواب: یہ نکرہ تامہ ہے، شیء کے معنی میں۔

سوال: اگر ما کو نکرہ تامہ مانیں تو بعد کا جملہ أفعل زیداً کیا ہوگا؟

جواب: "ما" کی خبر۔

سوال: لیکن اشکال یہ ہے کہ "ما" جب نکرہ تامہ ہے تو مبتدا کیسے بن سکتا ہے؟

جواب: اس کے مبتدا بننے کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔

سوال: پہلی وجہ کیا ہے؟

جواب: پہلی وجہ یہ ہے کہ "ما" میں تعجب کے معنی ہیں، اس وجہ سے نکرہ کو بھی مبتدا بنایا جا سکتا ہے جیسا کہ اس شعر میں لفظ "عجب" کو مبتدا بنادیا گیا ہے حالانکہ یہ نکرہ ہے:

(۱۴۶) عجبٌ لتلك قضية، وإقامتي فيكم على تلك القضية أعجب

سوال: دوسری وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ موصوف کی قوت میں ہے یعنی صفت پوشیدہ ہے، کیوں کہ "ما" کے معنی شئی عظیم کے ہیں، (اور جب نکرہ کی صفت ہوتی ہے تو وہ مبتدا بن جاتا ہے) یعنی شئی عظیم حسّن زیداً، جیسا کہ شرٌ أهر ذاناب میں شرٌ کو مبتدا بنایا ہے حالانکہ یہ نکرہ ہے، وجہ یہی ہے کہ یہ بھی شرٌ عظیم کے معنی میں ہے۔

سوال: ما کے معنی کے بارے میں دوسری رائے کیا ہے؟

جواب: دوسری رائے یہ ہے کہ ما کی تین توجیہیں کی جا سکتی ہیں۔

سوال: پہلی توجیہ کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: کہ یہ نکرہ تامہ ہو جیسا کہ سیبویہ نے کہا ہے۔

سوال: اس رائے اور پہلی رائے میں کیا فرق ہے؟

جواب: پہلی رائے یہ تھی کہ ما صرف نکرہ تامہ ہی ہے اور دوسری رائے میں تین توجیہیں کی جا سکتی ہیں، کوئی سی بھی مانی جا سکتی ہے، اور ان تین میں پہلی توجیہ وہی ہے جو کہ پہلی رائے میں گذری۔

سوال: دوسری توجیہ کیا ہے؟

جواب: یہ کہ ما نکرہ ہو اور موصوف ہو اور بعد والا جملہ یعنی أفعل زیداً اس کی صفت ہو۔

سوال: اس صورت میں اس کی خبر کہاں ہوگی؟

شئی حسّن زیداً عظیم۔

جواب: محذوف ہوگی، عظیم، یعنی شئی حسّن زیداً عظیم۔

سوال: تیسری توجیہ کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: ما معرفہ اور موصولہ ہو اور أفعل زیداً صلہ ہو۔

سوال: اس صورت میں خبر کیا ہوگی؟

جواب: محذوف ہوگی، الذی حسن زیداً شئی عظیم۔

سوال: یہ تیسری توجیہ کس نے بیان کی ہے؟

جواب: اخفش نے۔

سوال: یہ بحث تو ما کے بارے میں ہوگئی، یہ بتائیے کہ أفعل کیا ہے؟

جواب: اس میں کوفیین اور بصریین کا اختلاف ہے۔

سوال: کوفیین کیا کہتے ہیں؟

جواب: کوفیین کہتے ہیں کہ أفعل اسم ہے۔

سوال: ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: دلیل یہ ہے کہ اس کی تصغیر آتی ہے، اہل عرب کہتے ہیں، ما أحیسنه، ما أمیلحه، اور تصغیر صرف اسم کی آتی ہے۔

سوال: بصریین کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ کہتے ہیں کہ فعل ماضی ہے، اور ان کی بات ہی زیادہ صحیح ہے۔

سوال: ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: بصریین کی دو دلیلیں ہیں۔

سوال: پہلی دلیل کیا ہے؟

جواب: یہ مبنی علی الفتح ہے، اگر اسم ہوتا تو خبر کی بنیاد پر مرفوع ہوتا۔

سوال: دوسری دلیل کیا ہے؟

جواب: جب اس کی اضافت یائے متکلم کی طرف کردی جاتی ہے تو اس کے ساتھ نون وقایہ آتا ہے اور نون وقایہ فعل کے ساتھ ہی خاص ہے، کہا جاتا ہے: ما أفقرنی إلی عفو الله، ما أفقری نہیں کہا جاتا۔

سوال: بصریین نے کوفیین کی اس دلیل کا کیا جواب دیا ہے کہ اس کی تصغیر آتی ہے؟

کہتے ہیں کہ تصغیر آنا شاذ ہے۔

سوال: شاذ ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب: شاذ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تصغیر عام طور سے اسماء کے مشابہ ہوتی ہے، اور اس کا کوئی مصدر نہیں ہوتا، اور فعل تعجب خاص طور سے اسم تفضیل کے مشابہ ہوتا ہے، اور چونکہ اسم تفضیل کی تصغیر آتی ہے تو اسم تفضیل سے مشابہت کی وجہ سے شاذ طور سے فعل تعجب کی بھی تصغیر آجاتی ہے۔

سوال: فعل تعجب اور اسم تفضیل میں مشابہت کی وجہ کیا ہے؟

جواب: تین وجہیں ہیں: (۱) فعل تعجب اسم تفضیل کے وزن پر ہوتا ہے، (۲) فعل تعجب بھی زیادتی کے معنی پر دلالت کرتا ہے، (۳) دونوں ایک ہی جیسی شرطوں کے ساتھ بنتے ہیں۔

سوال: **أفعل** کا فاعل کون ہوتا ہے؟

جواب: بالاتفاق اس میں ضمیر پوشیدہ ہوتی ہے جو فاعلیت کی بنیاد پر مرفوع ہوتی ہے۔

سوال: اس ضمیر کا مرجع کیا ہوتا ہے؟

جواب: اس کا مرجع 'ما' ہوتا ہے، اور "ما" کا مرجع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اسم ہے، کیوں کہ ضمیر صرف اسم ہی کی طرف لوٹتی ہے۔

سوال: زیداً منصوب کیوں ہوتا ہے؟

جواب: جو حضرات أفعل کو فعل مانتے ہیں ان کے مطابق زیداً مفعول بہ ہوتا ہے، اور جو اسے اسم مانتے ہیں ان کے مطابق زیداً مفعول بہ کے مشابہ ہوتا ہے۔

سوال: "أفعِلْ به" میں أفعِلْ کیا ہے؟

جواب: بالاتفاق فعل ہے، لفظاً امر ہے لیکن تعجب کے معنی میں ہے۔

سوال: کیا أفعِلْ میں بھی کوئی ضمیر پوشیدہ ہوتی ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: "أحسِن بزید" کی اصل کیا ہے؟

جواب: اس کی اصل ہے أحسَنَ زیدٌ یعنی صار ذا حُسنٍ، جیسا کہ أورق الشجر کے معنی ہیں صار ذاورق، أزهر البستان کے معنی ہیں صار ذازهر، أثری فلان کے معنی ہیں صار ذاثروة، أترب زید کے معنی ہیں صار ذا متربة، اور أغد البعیر کے معنی ہیں صار ذا غدة۔

سوال: "أحسَنَ زيدٌ" "أحسن بزيد" کیسے ہوگیا؟

جواب: أحسَنَ زيد میں تعجب کے معنی پیدا کرنے کے لیے اسے أفعِلُ کے وزن پر لایا گیا تو أحسِنُ زيدٌ ہوگیا۔

سوال: أحسِنُ زيدٌ سے أحسِنُ بزيد کیسے ہوگیا؟

جواب: امر کے صیغہ کے بعد اسم مرفوع کا لانا ناپسندیدہ سمجھا گیا، اس وجہ سے لفظ کی اصلاح کے لئے "ب" کو بڑھا دیا گیا تو أحسِنُ بزيدٍ ہوگیا۔

سوال: کیا یہ "ب" اس "ب" کے مشابہ ہے جو کبھی کبھی فاعل پر آجاتا ہے جیسے كفى بالله شهيدا؟

جواب: ہاں، اسی "ب" کے مشابہ ہے؛ لیکن دونوں میں ایک فرق ہے۔

سوال: کیا فرق ہے؟

جواب: فرق یہ ہے کہ فعل تعجب میں "ب" کا لگانا واجب ہے اور اسے (فاعل والے کو) حذف کرنا بھی جائز ہے، جیسا کہ شاعر نے اس شعر میں حذف کر دیا ہے ؎

(۱۴۷) عميرة ودع إن تجهزت غازياً كفى الشيب والإسلام للمرء ناهيا

تعجب اور اسم تفضیل بنانے کی شرطیں

سوال: فعل تعجب اور اسم تفضیل بنانے کے لئے کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: پانچ۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: جس کلمہ سے یہ دونوں بنائے جارہے ہیں وہ کلمہ فعل ہو اسم نہ ہو۔

سوال: بعض لوگوں نے "جلف" سے ما أجلفه اور "حمار" سے ما أحمره فعل تعجب بنایا ہے جب کہ یہ دونوں اسم ہیں، ایسا کیوں؟

جواب: نحویین نے انہیں غلط قرار دیا ہے۔

سوال: لیکن "لص" سے فعل تعجب "ما ألصّه" اور اسم تفضیل "هو ألصّ من شظاظ" (ایک بہت بڑے چور کا نام) تو اہل عرب خوب بولتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یہ شاذ ہے۔

سوال: دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: وہ فعل جس سے یہ دونوں بنائے جارہے ہیں ثلاثی ہوں، لہذا دحرج، استخرج اور انطلق وغیرہ سے نہیں بنایا جاسکتا۔

سوال: اس سلسلہ میں ابوالحسن اور سیبویہ کی کیا رائے ہے؟

جواب: ابوالحسن کی رائے ہے کہ ثلاثی مزید فیہ سے اس شرط کے ساتھ بنا سکتے ہیں کہ اس کے زائد حروف کو حذف کردیا جائے، اور سیبویہ کی رائے یہ ہے کہ باب اِفعال سے بنا سکتے ہیں۔

سوال: تیسری شرط کیا ہے؟

جواب: وہ فعل ایسا ہو جو تفاوت کے معنی پر دلالت کرتا ہو، اسی وجہ سے مات اور فنی سے نہیں بنائے جائیں گے، کیوں کہ ان کی حقیقت ایک ہی ہے، جب کہ یہ دونوں ان سے بنائے جاتے ہیں جن میں زیادتی اور تفاوت ہو۔

سوال: چوتھی شرط کیا ہے؟

جواب: وہ فعل مجہول نہ ہو، لہذا ضُرِب اور قُتِل سے نہیں بنایا جاسکتا۔

سوال: پانچویں شرط کیا ہے؟

جواب: اس فعل سے اسم فاعل (یا صفت مشبہ) کا صیغہ أفعل کے وزن پر نہ آتا ہو، اسی وجہ سے عمی، عرج اور ان جیسے افعال جو ظاہری عیوب پر دلالت کرتے ہیں ان سے فعل تعجب اور اسم تفضیل نہیں بنائے جاتے، کیوں؛ کہ ان سے صفت مشبہ أعمی اور أعرج (أفعل کے وزن پر) آتی ہے۔

سوال: کیا سوِدَ اور حمِرَ اور ان کی طرح رنگ پر دلالت کرنے والے دوسرے افعال سے بنا سکتے ہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ ان سے بھی اسم فاعل أحمر اور أسود آتا ہے۔

سوال: کیا لَمِیَ اور دعج وغیرہ حلیہ پر دلالت کرنے والے افعال سے بنا سکتے ہیں؟

جواب: نہیں، کیوں کہ ان سے بھی صفت مشبہ ألمی اور أدعج آتی ہے۔

وقف کا بیان

سوال: اگر تاء تانیث ساکنہ پر وقف کیا جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: تاء تانیث ساکنہ پر وقف کرنے کی صورت میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی، جیسے قامتْ، قعدتْ۔

سوال: اگر تاء تانیث متحرک ہو تو کیا تبدیلی ہوگی؟

جواب: اگر متحرک ہے تو یا مفرد ہوگی یا جمع بالالف والتاء (مؤنث سالم)، دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔

سوال: اگر تاء تانیث متحرک مفرد ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مفرد ہے تو ''ۃ'' کو ھاء سے بدل کر وقف کرنا فصیح ہے، جیسے ھذہ رحمہ، ھذہ شجرہ، لیکن بعض لوگ تاء کے ساتھ بھی وقف کرنے کی اجازت دیتے ہیں، جیسے ھذہ رحمتْ، ھذہ شجرتْ۔ قراء سبعہ میں سے بھی بعض نے ''إن رحمة الله قريب من المحسنين'' اور ''إن شجرة الزقوم'' میں رحمتْ اور شجرتْ پر تاء سے وقف کیا ہے۔ بعض اہل عرب کو کہتے ہوئے سنا گیا ہے ''یا أهل سورة البقرتْ''، کسی سننے والے نے اس کے جواب میں کہا ''والله ما أحفظ منها آيتْ''، شاعر نے بھی ان اشعار میں

(۱۴۸) والله أنجاك بكفى مسلمتْ   من بعد ما وبعد ماوبعد متْ

كانت نفوس القوم عند الغلصمتْ   وكادت الحرة أن تدعى أمتْ

میں مسلمت، غلصمت اور أمت پر تاء کے ساتھ ہی وقف کیا ہے۔

سوال: اگر جمع مؤنث سالم ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: جمع مؤنث سالم پر تاء کے ساتھ وقف کرنا ہی صحیح ہے، جیسے مسلماتْ، لیکن بعض لوگ ھاء کے ساتھ بھی وقف کرتے ہیں، اہل عرب کے کلام میں سنا گیا ہے ''كيف الإخوة والأخواه''، اور اہل عرب کا قول ہے ''دفن البنات من المكرماه''۔

سوال: اسم منقوص پر وقف کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اسم منقوص کے آخر میں یا تو تنوین ہوگی یا نہیں ہوگی، دونوں کا حکم الگ الگ ہوگا۔

سوال: اگر اسم منقوص کے آخر میں تنوین ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اسم منقوص کے آخر میں تنوین ہے تو بہتر یہ ہے کہ حالت رفعی اور جری میں ''ی'' کو حذف کر کے وقف کیا جائے، جیسے ھذا قاضْ، مررت بقاضْ، لیکن یہ بھی جائز ہے کہ ''ی'' کے ساتھ وقف کیا جائے، ابن کثیر نے ان آیات میں ھاد، وال اور واق پر ''ی'' کے ساتھ ہی وقف کیا ہے، ولكل قوم هادى، مالهم من دونه من والى، ومالهم من الله من واقى۔

سوال: اگر اسم منقوص غیر منون ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں فصیح یہ ہے کہ حالت رفعی اور جری میں ''ی'' کو باقی رکھ کر وقف کیا جائے جیسے

جاء القاضیُ، مررت بالقاضیُ ،لیکن ’’ی‘‘ کو حذف کر کے بھی وقف کرنا جائز ہے، اور المتعال اور التلاق پر جمہور نے ’’ی‘‘ کو حذف کر کے ہی وقف کیا ہے وھو الکبیر المتعال ،لینذر یوم التلاق ۔اور ابن کثیر نے فصیح صورت کے مطابق ’’ی‘‘ کو باقی رکھ کر وقف کیا ہے المتعالیُ، التلاقیُ۔

اسم منقوص منصوب ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: اگر اسم منقوص منصوب ہے تو یا تو منون ہوگا یو غیر منون۔

جواب: اگر اسم منقوص حالت نصبی میں ہے اور منون ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: اس صورت میں اس کی تنوین کو الف سے بدل کر وقف کرنا واجب ہے، جیسے ربنا إننا

جواب: سمعنا منادیاً میں منادیاً۔

سوال: اگر غیر منون ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اسم منقوص منصوب ہے اور غیر منون ہے تو ’’ی‘‘ پر وقف کیا جائے گا جیسے کلا إذا بلغت التراقیُ۔

سوال: کتنے مسئلوں میں نون ساکنہ کو وقف کرتے وقت الف سے بدلنا واجب ہے؟

جواب: تین مسائل میں۔

سوال: پہلا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: إذا جوابیہ میں وقف کرتے وقت اس کے نون ساکن کو الف سے بدل دیں گے، یہی بات صحیح ہے۔

سوال: إذاً پر وقف کرنے کے سلسلے میں ابن عصفور کی کیا رائے ہے؟

جواب: اب عصفور نے شرح الجمل میں إذاً پر نون کے ساتھ وقف کرنے کو لازم قرار دیا ہے۔اور ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ نون کے ساتھ إذن لکھا جاتا ہے۔

سوال: کیا ابن عصفور کی بات صحیح ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ ہمیشہ ہی إذاً کو نون کے ساتھ نہیں لکھا جاتا، اسی وجہ سے ’’ولن تفلحوا إذاً أبداً ‘‘، جیسی آیتوں میں کسی بھی قاری کا ’’أبداً ‘‘ میں الف پر وقف کرنے میں اختلاف نہیں ہے، اور إذاً بھی أبداً کی طرح ہے لہذا اس پر بھی الف کے ساتھ وقف کیا جائے گا۔

سوال: دوسرا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: وہ نون تاکید خفیفہ جو فتحہ کے بعد ہو اس پر بھی الف کے ساتھ وقف کیا جائے گا، جیسے لنسفعاً اور ولیکوناً میں سب نے الف کے ساتھ وقف کیا ہے، اسی طرح شعر میں بھی اعبدن پر وقف کرتے وقت اعبدا الف کے ساتھ پڑھا ہے

(۱۴۹) وإياك والميتات لا تقربنها ولا تعبد الشيطان ،والله فاعبدا

سوال: تیسرا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: اسم منصوب کی تنوین کو وقف میں الف سے بدل دیا جاتا ہے جیسے رأيت زيداً میں زیدا ہو جائے گا، تمام اہل عرب سوائے قبیلۂ ربیعہ کے اسی طرح وقف کرتے ہیں۔

سوال: قبیلۂ ربیعہ والے اسم منصوب پر کس طرح وقف کرتے ہیں؟

جواب: تنوین کو حذف کر کے جیسے رأيت زيدْ، شاعر نے

(۱۵۰) ألا حبذا غنم وحسن حديثها لقد تركت قلبي بها هائماً دنفْ

میں دنفاً پر تنوین کو حذف کر کے وقف کیا ہے۔

سوال: نون ساکنہ کو لکھا کس طرح جائے گا؟

جواب: جس طرح وقف کرتے وقت الف سے بدل جاتا ہے اسی طرح لکھا بھی الف سے جائے گا۔

سوال: کوفیین کی کیا رائے ہے؟

جواب: إذا اور اسم منصوب کے لکھنے میں تو کوفیین کا کوئی اختلاف نہیں؛ لیکن نون تاکید ساکنہ جو فتحہ کے بعد ہو ان کے نزدیک نون ہی کی شکل میں لکھا جائے گا۔

سوال: إذاً کو لکھنے میں امام فراء کی کیا رائے ہے؟

جواب: امام فراء کہتے ہیں کہ اگر إذا ناصبہ ہے تو الف کے ساتھ لکھا جائے گا، اور اگر ناصبہ نہیں ہے تو نون کے ساتھ لکھا جائے گا تاکہ إذا ناصبہ میں اور إذا شرطیہ وفجائیہ میں فرق ہو جائے۔

سوال: کل ملا کر إذا کو لکھنے میں کتنے مذاہب ہیں؟

جواب: تین: (۱) مطلق طور پر الف کے ساتھ، جیسا کہ جمہور کا قول ہے۔ (۲) مطلق طور پر نون کے ساتھ، جیسا کہ ابن عصفور کے نزدیک نون کے ساتھ وقف کیا جائے گا (۳) اگر ناصبہ ہے تو الف کے ساتھ ورنہ نون کے ساتھ، جیسا کہ امام فراء کی رائے اوپر گذری۔

سوال: واؤ کے بعد الف کب لکھا جاتا ہے اور کب نہیں؟

جواب: اگر واؤ اصلی ہے یعنی واحد کا صیغہ ہے تب تو الف نہیں لکھا جائے گا جیسے زيد يدعو، اور اگر

واؤ جمع کا ہے تو الف لکھا جائے گا جیسے القوم لم یدعوا۔

سوال: جو الف کلمہ کے آخر میں آتا ہے اسے لکھنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: کبھی تو الف کی شکل میں لکھا جاتا ہے اور کبھی ''ی'' کی شکل میں۔

سوال: ''ی'' کی شکل میں کب لکھا جائے گا؟

جواب: جب الف تین حرف کے بعد آئے جیسے استدعی، مصطفی، یا الف ''ی'' سے بدلا ہوا ہو خواہ تین حرف کے بعد آئے یا تیسری جگہ ہو جیسے رمی، ھدیٰ، الفتیٰ اور الھدی، ان دونوں صورتوں میں الف ''ی'' کی شکل میں لکھا جائے گا۔

سوال: الف کی شکل میں کب لکھا جائے گا؟

جواب: جب الف تیسری جگہ پر ہو اور واؤ سے بدلا ہوا ہو، جیسے دعا، عصا، العصا اور القفا۔

سوال: یہ کیسے پتہ چلے گا کہ الف یاء سے بدلا ہوا ہے یا واؤ سے؟

جواب: فعل میں تو اس کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اس فعل سے واحد متکلم یا مخاطب کا صیغہ بنالو، تو جو چیز ظاہر ہو وہی اس کی اصل ہے، جیسے ھدی اور رمی سے جب مخاطب کا صیغہ بنایا تو ھدیت اور رمیت بنا، پتہ چلا کہ ھدی اور رمی میں الف ''ی'' سے بدلا ہوا ہے، اور دعا اور عفا سے جب مخاطب کا صیغہ بنایا تو دعوت اور عفوت بنا تو پتہ چلا کہ ان دونوں میں الف واؤ سے بدلا ہوا ہے۔

سوال: اسم میں اس کی پہچان کیسے چلے گی؟

جواب: اس لفظ سے تثنیہ کا صیغہ بناؤ، تو جو چیز ظاہر ہو وہی اس کی اصل ہوگی، جیسے الفتی اور الھدیٰ کی تثنیہ بنائی تو الھدیان اور الفتیان بنی، پتہ چلا کہ یہاں الف یاء سے بدلا ہوا ہے، اور العصا اور القفا کی تثنیہ بنائی تو العصوان اور القفوان بنی، پتہ چلا کہ یہاں الف واؤ سے بدلا ہوا ہے۔

سوال: الف کو پہچاننے کے طریقہ کے بارے میں امام شاطبی کا ایک بہترین قول ہے وہ کیا ہے؟

جواب: وہ یہ کہ ''اسم کی تثنیہ بنانے سے اس کی اصل کا پتہ چل جاتا ہے، اور اگر فعل کی نسبت اپنی طرف کرلو گے تو اس کی اصل تک پہنچ جاؤ گے۔

سوال: اس سلسلہ میں علامہ حریری کا بھی قول ہے وہ کیا ہے؟

کہ ''جب کبھی فعل کی تہجی آپ پر مشتبہ ہو جائے تو اس کے ساتھ تاء خطاب لگا دو، اور

اسی پر بس مت کرو، بلکہ اگر اس کو یاء کے ساتھ دیکھو تو یاء کے ساتھ لکھدو، ورنہ وہ الف کے ساتھ لکھا جائے گا۔

ہمزۂ وصلی وقطعی کا بیان

سوال: ہمزۂ وصل کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو شروع کلام میں باقی رہے اور وصل کی صورت میں حذف ہو جائے۔

سوال: اسماء کے ہمزے کہاں قطعی ہوتے ہیں اور کہاں وصلی؟

جواب: صرف دو قسموں میں وصلی ہوتے ہیں، بقیہ جگہ اسم کا ہمزہ قطعی ہوتا ہے۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: کچھ ایسے اسماء ہیں جو مصادر نہیں ہیں، اور یہ متعین ہیں، ان کی تعداد دس ہے، وہ یہ ہیں، اسم، است، ابن، ابنة، ابنم، امرؤ، امرأة، اثنان، اثنتان، ابنان، ابنمان، امرآن، امرأتان، قرآن میں ہے" فرجل وامرأتان"۔

سوال: یہ جو الفاظ اوپر آئے ان کی جمع کے ہمزے قطعی ہیں یا وصلی؟

جواب: ان الفاظ کی جمع کے ہمزے قطعی ہیں، قرآن میں ہے "إن هی إلا أسماء سميتموها" اور "فقل تعالوا ندع أبناء نا وأبناء كم۔

سوال: اسم کی دوسری قسم کیا ہے جس کے ہمزے وصلی ہوتے ہیں؟

جواب: خماسی افعال کے مصادر، جیسے انطلاق، اقتداء، اور سداسی افعال کے مصادر جیسے استخراج۔

سوال: فعل کے ہمزے کہاں قطعی ہوتے ہیں اور کہاں وصلی؟

جواب: اگر فعل مضارع ہے تو اس کے سب ہمزے قطعی ہوتے ہیں، جیسے أعوذ بالله، أستغفر الله، أحمد الله۔

سوال: فعل ماضی کے ہمزے قطعی ہوتے ہیں یا وصلی؟

جواب: اگر ماضی ثلاثی یا رباعی ہے تو اس کے سب ہمزے قطعی ہوتے ہیں، جیسے أخذ، أكل، أخرج، أعطى، اور اگر ماضی خماسی یا سداسی ہے تو اس کے ہمزے وصلی ہوتے

ہیں، جیسے انطلق اور استخرج۔

سوال: امر کے ہمزے کہاں قطعی ہوتے ہیں اور کہاں وصلی؟

جواب: اگر فعل رباعی کا امر ہے تو اس کے ہمزے قطعی ہوتے ہیں، جیسے أکرِم، أجب، اور اگر رباعی کے علاوہ دوسرے افعال کا امر ہے تو اس کے ہمزے وصلی ہوتے ہیں۔

سوال: حرف کے ہمزے کہاں وصلی ہوتے ہیں اور کہاں قطعی؟

جواب: حروف میں صرف ''أل'' کا ہمزہ وصلی ہے جیسے الغلام، الفرس، ورنہ تمام حروف کے ہمزے قطعی ہیں، جیسے أن، أم، أو۔

سوال: ''أل'' کے ہمزے کے بارے میں خلیل کی کیا رائے ہے؟

جواب: خلیل کہتے ہیں کہ أل کا ہمزہ بھی قطعی تھا، مگر درمیان کلام میں کثرت سے استعمال ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ ہمزۂ وصلی جیسا معاملہ کیا گیا، جیسا کہ خیر اور شر کے ہمزے کو شروع اور درمیان دونوں حالتوں میں تخفیفاً حذف کر دیا گیا ہے۔

ہمزۂ وصلی کی حرکات کا بیان

سوال: لفظ ''اسم'' کے ہمزہ پر کیا حرکت آتی ہے؟

جواب: لفظ ''اسم'' کا ہمزہ اکثر مکسور پڑھا جاتا ہے، ضعیف لغت کے مطابق مضموم بھی ہوتا ہے۔

سوال: أل کے ہمزہ پر کیا حرکت آتی ہے؟

جواب: ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے۔

سوال: ''أیمن'' جو قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کے ہمزہ پر کیا حرکت آتی ہے؟

جواب: فصیح لغت کے مطابق فتحہ آتا ہے اور ایک ضعیف لغت کے مطابق کسرہ بھی دیا جاتا ہے۔

سوال: یہ أیمن یمنٌ بمعنی برکت کی جمع ہے یا یمین بمعنی قسم کی؟

جواب: یمنٌ کی جمع ہے، امام فراء کے نزدیک یمین کی جمع ہے۔

سوال: فعل ثلاثی کے امر کے ہمزہ پر کیا حرکت آتی ہے؟

جواب: فعل ثلاثی کے امر میں مضارع کے تیسرے حرف کی حرکت کا اعتبار ہوتا ہے، چنانچہ جس کا مضارع میں تیسرا حرف مضموم ہوتا ہے اس کا ہمزۂ وصل بھی ہمیشہ مضموم ہوتا ہے، جیسے اقتل، اکتب، ادخل۔

سوال: اغزی یا هند کے ہمزہ پر کیا حرکت آئے گی؟

جواب: اس پر ضمہ ہی آئے گا، کیوں کہ اس کی اصل اغزوی "ز" کے ضمہ کے ساتھ ہے یعنی اس کے مضارع کا تیسرا حرف مضموم ہے۔

سوال: امشوا کے ہمزہ پر کیا حرکت آئے گی؟

جواب: اس پر کسرہ آئے گا، کیوں کہ اس کی اصل امشیــــوا "ش" کے کسرہ کے ساتھ ہے یعنی اس کے مضارع کا تیسرا حرف مکسور ہے نہ کہ مضموم، اور ہمزہ کی حرکت میں تیسرے حرف کا اعتبار ہوتا ہے

سوال: اذهب کے مضارع کا تیسرا حرف مفتوح ہے تو کیا اس کے ہمزہ پر فتحہ آئے گا؟

جواب: اس پر کسرہ ہی آئے گا، اس میں تیسرے حرف کی حرکت کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے، کیوں کہ اگر اسے مفتوح پڑھا جائے تو وقف کی حالت میں امر اور مضارع کے واحد متکلم کے صیغہ میں فرق نہیں رہتا، دونوں ہی میں أذهبُ ہوتا۔

سوال: ہمزۂ وصل مکسور کب ہوتا ہے؟

جواب: مذکورہ تمام صورتوں کے علاوہ میں ہمزۂ وصل مکسور ہی ہوتا ہے، یعنی اسماء میں سے صرف اسم کا ہمزہ مکسور اور أیمن کا مفتوح ہوتا ہے، اور حرف میں صرف "الَ" کا ہمزہ مفتوح ہوتا ہے اور فعل میں صرف ثلاثی جس کے مضارع کا تیسرا ف مضموم ہو اس کا ہمزہ مضموم ہوتا ہے باقی تمام ہمزات وصل مکسور ہوتے ہیں۔

☆☆☆